ترتیبِ جدید

سلسلۂ منتخباتِ نظمِ اردو

مناظرِ قدرت

مرتبہ

محمد الیاس برنی ایم اے ال ال بی (علیگ)

جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن

جلد چہارم

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علیگڑھ میں ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۵ء طبع ہوئی

بار سوم

قیمت عہ

مناظرِ قدرت

جلد چہارم

اس سلسلے کے چاروں سٹوں کی بارہ کتابوں کے ملنے کے پتے

(۱) محمد مقتدی خاں شروانی - علی گڑھ

(۲) محمد الیاس برنی - جام باغ - حیدرآباد (دکن)

(۳) شیخ مبارک علی - لہاری دروازہ - لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تشریحِ ترتیبِ جدید

مُروجہ غزلیات کی کثرت سے عموماً یہ خیال پھیل گیا ہی کہ اُردو شاعری کی ساری کائنات محض حُسن و عشق اور گل و بُلبل کی پُرانی داستان ہی۔ مگر تحقیق سے معلوم ہُوا کہ اُردو میں بھی ہر رنگ کی بہتر سے بہتر نظمیں موجود ہیں۔ البتہ وہ اب تک منتشر اور غیر معروف رہیں۔ چنانچہ موجودہ انتخاب سے اس کی پورے طور پر تصدیق ہوتی ہی۔ اگر جدید تعلیم یافتہ حضرات اِس سلسلۂ انتخاب کو ملاحظہ فرمائیں گے تو ثابت ہو گا کہ انگریزی کی جن نیچرل نظموں پر وہ سر دُھنتے ہیں

ان کی ہم پلہ نظمیں خود ان کی اردو زبان میں موجود ہیں۔ شعر و سخن کے چمن کھلے ہوئے ہیں جن کے رنگ و بو سے دل و دماغ بلکہ روح کو تفریح ہوتی ہے۔ اُمید ہے کہ اس انتخاب کو دیکھکر تعلیم یافتہ حضرات کے دل میں ضرور اردو شاعری کی قدر و محبت پیدا ہوگی اور ان کی قدردانی و توجہ سے اردو شاعری کی ترقی کا ایک نیا دور شروع ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱۹۱۹ء میں اس سلسلہ کی ابتدا ہوئی جب کہ معارف ملّت مناظر قدرت اور جذبات فطرت کی پہلی تین جلدیں شائع ہوئیں اور پہلا سٹ کہلائیں ملک نے بہت گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کیا۔ اچھے اچھے ادیبوں اور نقادان سخن نے انتخاب اور ترتیب کی داد بلکہ مبارکباد دی۔ ہر طرف سے فرمایشوں کا تار بندھ گیا، اور ہاتھوں ہاتھ کتابیں چل نکلیں۔ علاوہ بریں اکثر صوبوں کے مدارس میں کتب خانوں انعامات بلکہ درس کے واسطے بھی یہ کتابیں منظور ہوگئیں۔ اس قدرشناسی اور ہمت افزائی نے قدرتاً نیے سٹوں کی تالیف و طبع کی رفتار تیز کردی۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء میں دوسرا سٹ شائع ہوا اور ۱۹۲۱ء میں تیسرے سٹ کے ساتھ ساتھ پہلے دو سٹوں کے دوسرے اڈیشن بھی نکل آئے۔ ۱۹۲۲ء میں یہ تینوں سٹ چلتے رہے۔ ۱۹۲۳ء میں چوتھا سٹ بھی نکل آیا۔ اس طرح پانچ سال کے اندر اندر

سلسلہ کی بارہ جلدیں شائع ہو گئیں جن میں کم و بیش دو سو قدیم و جدید شاعروں کے کلام کا انتخاب شامل تھا۔

الحمد للہ ان کتابوں نے اُمید اور توقع سے بڑھ کر شہرت و مقبولیت حاصل کی قدیم و جدید تعلیم یافتہ سب ان کا دم بھرنے لگے۔ بڑے چھوٹے یکساں دل سے قدر کرنے لگے۔ سفر حضر میں ان کو پیش نظر رکھنے لگے۔ پڑھی لکھی بہو بیٹیوں نے تو ان کو اپنا وظیفہ بنا لیا۔ خلوت و جلوت کے لئے اچھا مشغلہ پا لیا۔ آپس کے تحفے تحائف میں بھی یہ کتابیں چلنے لگیں اور گھر گھر دلچسپی اور خوش وقتی کا سامان بن گئیں۔ غرض کہ صدہا اردو پرست گھروں نے اس سلسلہ کے معتقد بلکہ مرید ہو گئے اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اُردو میں ایسے انتخاب کی عام و خاص کو کس درجہ ضرورت تھی۔

اس سلسلہ کی سب سے بڑی خصوصیت جس کی نظیر دوسری زبانوں میں بھی کم نظر آتی ہے ترتیب اور تقابل ہے یعنی ایک ایک مضمون کے متعلق متعدد نظموں کو اس طرح یکجا ترتیب دینا کہ ان کا باہم مقابلہ ہو سکے اور تقابل سے ہر ایک کے خصوصیات نمایاں ہوں اور ان کے ادبی مدارج کا پتہ چلے کہ کس اعتبار سے کون سی نظم کس نظم پر فائق ہے۔ یہ طریق تقابل جس کو انگریزی میں کمپیریٹو اسٹڈی

کہتے ہیں ادب کی تعلیم میں بہترین اور انتہائی ذہنی تربیت شمار ہوتا ہے۔ مزید براں اس قسم کی ترتیب سے اردو شاعری کی وسعت اور رفعت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ کن کن مضامین کی فضا میں اردو شاعر کس حد تک بلند پروازی دکھا چکے ہیں چنانچہ اس سلسلہ کو دیکھکر بہت سے منکر اور غافل اردو شاعری کے قائل بلکہ معتقد ہو رہے ہیں، حالاں کہ ابھی بہت کچھ بیش قدر کلام نظروں سے پوشیدہ ہے۔

ترتیب کے علاوہ دوسری خصوصیت جس کی تفصیل تمہید میں مذکور ہے یہ کہ انتخاب میں صرف نظمیں نقل کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بڑی ترکیبوں کے ساتھ مشہور نظموں میں سے ایسی نظمیں نکالی گئی ہیں جو بجائے خود مستقل اور مکمل معلوم ہوتی ہیں حالاں کہ اصلی نظموں میں ان کا شبہ گزرنا بھی مشکل تھا اس سے بڑھکر جدت یہ کہ ایک ہی شاعر کے متفرق اشعار یکجا ترتیب دے دے کر ان سے نہایت نادر اور لطیف مضامین پیدا کیے گئے ہیں۔ جو مستقل نظموں میں نایاب ہیں۔ میر تقی میرؔ۔ مرزا غالبؔ اور اکبرؔ الہ آبادی ان حضرات کے کلام میں خاص کر اس طریق کو بہت کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ چنانچہ اس طرز کی متعدد نظمیں سلسلہ میں شریک ہیں جو اپنے طرز میں بالکل عجیب اور انوکھی معلوم ہوتی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ بیخودی میں شاعر کے منہ سے حقایق کے پھول جھڑتے رہتے

ہیں۔ کوئی چاہے تو ان کو جمع کرکے بہترین خوشنما اور خوشبودار گلدستے بنالے۔ نظمیں ان ترکیبوں سے حاصل ہو بھی گئیں تو اکثر کے عنوان ندارد۔ پھر ان پر ایسے موزوں اور جامع عنوانات لگائے گئے کہ معانی کے دریا کوزوں میں بند نظر آنے لگے۔ غرض کہ طرح طرح سے کوشش کی تب کہیں ایک حد تک اردو شاعری کی چمن بندی ہو سکی۔ ورنہ اِس خطّہ کے سرسری رہ رووں کو اکثر ایک خود رو جنگل کا دھوکا ہوتا تھا جس میں ان کو رنگ و بو کے پھول بھی کم نظر آتے تھے۔

کُل مواد پہلے سے تو موجود نہ تھا بتدریج فراہم ہو ہو کر ترتیب پاتا گیا۔ شائع ہوتا گیا۔ اس طرح چارسٹ مُرتّب کرکے بارہ جلدیں شائع ہوئیں۔ گرچہ سلسلہ کی ترتیب اور تہذیب میں پوری کوشش کی گئی پھر بھی اصلاح و ترقی کی کافی گنجائش باقی رہ گئی۔ مضامین کی مجانست ترتیب کی رُوح رواں ہے۔ وافر مواد مُہیّا ہو جانے کی بدولت جدید ترتیب میں سابق کے مقابل مجانست مضامین کہیں زیادہ چست اور وسیع ہو گئی ہے حتیٰ کہ ہر جلد میں ایک مستقل اور جداگانہ کیفیت نظر آتی ہے۔ شائع شدہ نظموں کے علاوہ بہت سی اور نظمیں بھی شامل ہو گئی ہیں گویا جدید ترتیب اور مزید مضامین کے ساتھ یہ بارہ جلدیں

بتنقیح ترتیب جدید

از سرِ نو شائع کی جاتی ہیں اور آیندہ یہ ان کی مستقل شکل رہیگی تفصیل ملاحظہ ہو

پہلا سٹ

معارفِ ملّت

جلد اوّل ۔ متعلق دینیات یعنی حمد، نعت، مناجات اور معرفت کی نظمیں، جن میں دین وایمان کی خوشبو مہکتی ہے۔ صاحب دلوں اور عاشقانِ رسول کے واسطے بڑی نعمت ہے۔

جلد دوم ۔ متعلق اسلامیات یعنی اسلام اور مسلمانوں کے ماضی، حال اور مستقبل کی تفسیریں اور تصویریں، جو قلب کو گرماتی اور رُوح کو تڑپاتی ہیں۔ خاص کر واقعہ کربلا کے ۱۵ جگردوز نشتر لذّت شہادت تازہ کردیتے ہیں۔ اسلامی مدارس کے واسطے بیش بہا تحفہ ہے۔

جلد سوم ۔ متعلق قومیات یعنی ہندوستان کی متحدہ قومیت کے متعلق دردمند اور وطن پرست شاعروں کا دل پذیر کلام جو عبرت سکھاتا اور غیرت دلاتا ہے۔ اِس جلد میں چند قدیم شہر آشوب بھی قابل دید ہیں۔ قومی مدارس کے واسطے بہت موزوں ہے۔

جلد چہارم۔ متعلق اخلاقیات یعنی اردو شاعری میں اخلاق و حکمت کے جو انمول
موتی جواہر بکھرے پڑے تھے اور جو بہترین قومی سرمایہ ہیں فراہم
کر دیے گئے ہیں۔ یہ جلد لڑکوں اور نوجوانوں کے واسطے قابل قدر
تحفہ ہے۔ تمام مدارس کے واسطے یکساں مفید ہے۔

دُوسراسٹ

جذباتِ فطرت

جلد اوّل۔ اُردو شاعری کے قافلہ سالار یعنی میرؔ اور مرزا رفیع سوداؔ کے کلام
کا مربوط اور جامع انتخاب خاص کر میرؔ کے متفرق اشعار کو ترتیب
دے کر جو نازک مضامین پیدا کئے گئے ہیں وہ بہت نایاب ہیں
یہ کتاب بھی کالج کی اعلیٰ جماعتوں میں درس کے قابل ہے۔

جلد دوم۔ اُردو کے سرمایۂ ناز شاعر مرزا غالبؔ اور اُس کے خاص ہم عصر یا
خاص ہم رنگ شعرا ذوقؔ، ظفرؔ اور حسرت موہانی کے کلام کا انتخاب
غزلیات کے علاوہ مرزا غالبؔ کے متفرق اشعار کی ترتیب سے جو
گوناگوں لطیف مضامین پیدا کئے گئے ہیں وہ قابل دید ہیں۔

یہ کتاب بھی اعلیٰ جماعتوں کے درس کے قابل ہے۔

جلد سوم۔ تقریباً تیس قدیم، مستند اور باکمال شعرا کے کلام کا اعلیٰ انتخاب جو اپنی قدامت اور جامعیت کے لحاظ سے قابلِ دید ہے۔

جلد چہارم۔ تقریباً ساٹھ جدید مشہور و مقبول شعرا کے کلام کا دلکش انتخاب۔ شاعری کے جدید دَور کا اِس سے خوب اندازہ ہو سکتا ہے۔

تیسرا سٹ

مناظرِ قدرت

جلد اوّل۔ متعلق اوقات یعنی صبح، شام، دن، رات، دھوپ، چاندنی، موسم گرما، سرما، برسات اور بہار کے دلکش مناظر نظموں میں اس خوبی سے عکس فگن ہیں کہ اُن کو دیکھکر طبیعت وجد کرنے لگتی ہے۔ نیچر پرستوں کے لئے یہ جلد قدرت کی دلفریبیوں کا بہترین مرقع ہے۔

جلد دوم۔ متعلق مقامات یعنی آسمان، زمین، پہاڑ، جنگل، میدان، دریا، کھیت، باغات، شہر اور عمارات۔ شاعروں نے اِن سب کی ایسی صاف ستھری تصویریں کھینچی ہیں کہ نظمیں پڑھتے وقت گویا ہم آنکھوں سے

ان کی سیر کر رہی ہیں۔

جلد سوم۔ متعلق نباتات وحیوانات یعنی پھول پھل، کیڑے پتنگے تتلیاں چڑیاں، پرندے، چرندے، چوپائے اور متفرق جانور وغیرہ۔ ان سب کے حالات پڑھنے سے اندازہ ہو سکے گا کہ اردو شاعروں نے اشیاء قدرت کا کس حد تک مطالعہ کیا ہے اور مشاہدات میں کہاں تک جان ڈالی ہے۔

جلد چہارم۔ متعلق عمرانیات یعنی ہندوستان کے تمدن، رسم و رواج، عید تیوہار، غمی شادی، میلے ٹھیلے، صحبتیں جلسے، کھیل تماشے، وضع لباس صورت شکل، ہنسی مذاق، بزم اور رزم۔ سب طرح کے حالات پیش نظر ہو کر دل کو بے چین کر دیتے ہیں۔ مناظر قدرت کی چاروں جلدیں زنانہ مدارس کے واسطے خاص کر بہت موزوں ہیں۔

سلسلے کی یہ بارہ جلدیں تو مستقل ہو گئیں۔ اگر آئندہ موقع ملا اور مواد فراہم ہوتا رہا تو ان شاء اللہ وقتاً فوقتاً ایک ایک جلد اس سلسلہ کے تتمہ کے طور پر شائع ہوتی رہیگی۔ اور ہر جلد میں معارف ملت، مناظر قدرت اور جذبات فطرت تینوں حصوں کے کچھ کچھ مضامین شامل رہیں گے۔ ہر حصہ کی جدا گانہ جلد مرتب ہونے کا

انتظار نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہ سلسلہ اس طرح جاری رہ سکا تو اُمید ہے کہ اُردو کا بیشتر قابل قدر کلام یکجا محفوظ ہو جائے گا۔ اور شائقین کو بلا دقت دستیاب ہو سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

علاوہ بریں ایک فارسی انتخاب کے واسطے بھی عرصے سے بعض محترم بزرگوں اور مخلص احباب کی فرمایش جاری ہے بلکہ اصرار تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ مہلت اور موقع شرط ہے۔ ممکن ہے کہ ایک خاص طرز کا فارسی انتخاب بھی کبھی شائع ہو کر شرف مقبولیت حاصل کرے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ؕ

محمد الیاس برنی

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن
دسمبر ۱۹۲۴ء

تمہید

اُردو شاعری کی بھی عجب اُفتاد پڑی جب کہ ہندوستان میں اسلامی
حکومتوں پر تباہی کی کالی گھٹائیں چھا رہی تھیں اور گھڑی گھڑی اِدبار کی
بجلیاں گرتی تھیں، بزمِ سخن کی رونق اور چہل پہل قابلِ دید تھی۔ خود
فرماں روائے وقت دُنیا و مافیہا سے بے خبر شاعری کی دُھن میں مست تھے
شاعروں کی دیکھا دیکھی حشرات الارض کی طرح بے شمار نظم نگار نکل پڑے
آٹھوں پہر مشاعرے گرم رہنے لگے اور مدّاحوں کی واہ وا نے آسمان
سر پر اُٹھا لیا۔ رنگ رلیوں کا زمانہ تھا۔ کلام بھی قُدرتاً اسی رنگ میں

رنگ گیا۔ چنانچہ اس میں حُسن پرستی کا وہ ہیجان آیا اور عشق و عاشقی کا وہ طومار بندھا کہ خُدا کی پناہ۔ اس زہریلے مذاق سے قوم پر کس درجہ مُردنی چھائی، اخلاق و عادات کی کیا گت بنی، جاہ و ثروت کس طرح خاک میں ملے، یہ عبرت ناک داستان ابھی تاریخ ہند میں بیان ہونی باقی ہے۔ پھر بھی بڑی خیریت ہوئی کہ ظاہری آرایش کی کثرت سے شاعری کا اصلی حُسن چھپا رہا۔ مبالغوں اور لفظی رعایتوں نے خود ہی اُس آگ کے شعلے دبا دیے۔ اگر کہیں اس رنگ میں جرأتؔ، انشاؔ، مرزا شوقؔ اور میاں نظیرؔ کے طرز پر شاعری نے اپنا پورا پورا جلوہ دکھایا ہوتا تو پھر قیامت تھی۔ فحش اور مبتذل کلام سے تو بحث نہیں۔ اِن واسوختوں نے نہ معلوم کتنے نونہال جُھلس ڈالے۔ البتہ اس رنگ کے متین اور مُہذّب کلام کو لیجئے۔ اِس میں ہزار لفظی اور معنوی خوبیاں سہی لیکن تاثیر جو شاعری کی جان ہے کمیاب ہے۔

اگرچہ بہت سا کلام گردشِ ایّام کی نذر ہو گیا۔ تاہم اب بھی نظموں کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جا بجا ایسی نظمیں بھی ملتی ہیں

جن کے پاکیزہ اور لطیف مضامین قوم کے واسطے مایۂ حیات اور سرمایۂ ثبات ہیں جن کے بیان کی صفائی و حقیقت آمیزی اور جن کی زبان کی شگفتگی و بے ساختگی سے شاعری کی سحر کاریاں جلوہ گر ہیں ایسا کلام خود بخود قلب کو گرماتا اور روح کو تڑپاتا ہے۔ سوتوں کو جگاتا اور ڈوبتوں کو تراتا ہے، ہنستوں کو رُلاتا اور روتوں کو ہنساتا ہے۔ شاعری نے اس میں بلا کا اثر بھر دیا ہے کسی عارضی اور مصنوعی ذوق کے بجائے خود انسانی فطرت اس کی مقبولیت کی ضامن ہے اور نفسیات کے دربار سے اسی کو بقائے دوام کا فرمان ملا ہے۔

اشاعت ادب ترقی زبان اور اصلاح تمدن کی ایک عمدہ سبیل یہ ہے کہ خاص خاص رنگ کا شاعرانہ کلام مرتب کر کے ناظرین کے روبرو پیش کیا جائے۔ چنانچہ زندہ دل اور علم دوست قوموں میں ادبی خدمت کا یہ طریق بہت رائج اور مقبول ہے۔ آئے دن اچھے سے اچھے انتخابات شائع ہوتے رہتے ہیں اس ترکیب سے مطالعہ کا شوق بڑھتا ہے ذوق سلیم پیدا ہوتا ہے اور شاعری اپنا کام کر دکھاتی ہے۔

کچھ انتخابات آج کل نصاب تعلیم میں داخل ہیں بعض شاعروں کا منتخب کلام بھی شائع ہو رہا ہی۔ لیکن اب تک ایسے مسلسل اور مربوط انتخابات کا انتظار رہا جو ادبی مُرقعوں کا کام دیں۔ بڑی ضرورت یہ ہی کہ شاعری کے موجودہ رُجحانات اور مقامات پیش نظر ہو جائیں تاکہ جو ادیب اور شاعر اپنی ذمّہ داریوں سے واقف ہوں شاعری کی اصلاح و ترقی کی معقول تجاویز سوچیں اور کارگر تدابیر اختیار کریں۔ انتخابات سے پتا چلا کہ ہماری شاعری کے بہت سے شعبے توجہ طلب ہیں۔ مثلاً اب تک وہ دین و ملّت سے بیگانہ بلکہ برگشتہ رہی۔ حمد، نعت اور مناجات جن میں کچھ خلوص و نیاز کی چاشنی ہو مشکل سے ملتی ہیں اور قومی نظمیں تو بوجہ ندرت ابھی تک تبرّک بنی ہوئی ہیں۔ اسی طرح جذبات کو لیجیے اوّل تو ایشیائی طبیعت یوں ہی حزن پسند ہی دوسرے اُردو شاعری نے قومی تنزّل اور تباہی کے دَور میں ہوش سنبھالا قدرتاً کلام یاس آور یاس انگیز ہی دُنیا کی بے ثباتی، زمانہ کی گردش، تقدیر کی بندش، افتادگی و خود فراموشی، سکون و خاموشی۔ جب راگ کا یہ سرگم ہو تو پھر نا ممکن ہی کہ اسے سُن کر مال و دولت اور جاہ و حشمت سے دل بیزار نہ ہو

شاعری کی یہ برودت ہماری جیسی مضمحل اور تساہل پسند قوم کے حق میں بہت
خطرناک ہی۔ کہیں خدانخواستہ جد و جہد کے رہے سہے ولولے اور ترقی کی اُمنگیں
پھر سرد نہ پڑ جائیں۔ اِس وقت تو کچھ ایسے حار نسخہ کی ضرورت ہی جس سے
دلوں کی افسردگی نکلے اولوالعزمی اُبھرے اور لوگوں میں گرمجوشی پھیلے۔
اس طرح گرم سرد اجزا کی آمیزش سے خود بخود شاعری میں ایک صحت بخش
اعتدال پیدا ہو جائے گا۔ علیٰ ہذا۔ قدرت کو لیجئے اس کے بے شمار عجائبات
ہمیشہ سے آنکھوں کے سامنے موجود رہی لیکن ہمارے شاعروں نے کہیں
اَب جا کر نقاشی شروع کی ہی اور ابھی وہ زمانہ دُور ہی جب کہ نیچر کی تصاویر
مُنہ سے بولنے لگیں۔ حاصل کلام یہ کہ اُردو شاعری میں گوناگوں اصلاح و
ترقی کی ضرورت و گنجایش ہی اور بحالت موجودہ غالباً انگریزی شاعری
اِس کام میں بہت زیادہ مدد دے سکتی ہی۔

اِسی ضرورت کے خیال سے خدا کا نام لے کر ہم منتخبات نظم اُردو کا
ایک باقاعدہ سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ مجانست مضامین کے لحاظ سے اِس کے
تین جداگانہ حصے قرار پائے ہیں۔

(۱) معارفِ ملت۔ حمد، نعت، مناجات اور اخلاقی و قومی نظموں کا گلدستہ

(۲) جذباتِ فطرت۔ سب دلوں کی کہانی چند شاعروں کی زبانی بقول غالبؔ

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

(۳) مناظرِ قدرت۔ اوقات، مقامات، مخلوقات، واقعات کی دلکش تصاویر کا مُرقع۔ ایسے وسیع انتخابات میں سب نظموں کا ادبی حیثیت سے ہم پلّہ ہونا نہ تو ممکن ہے اور نہ مطلوب۔ چنانچہ اساتذہ کے کلام کے پہلو بہ پہلو نومشق اور غیر معروف شاعروں کی طبع آزمائیاں درج ہیں۔ لیکن شاعری کے رنگ و بُو سے کوئی نظم خالی نہیں۔ بعض نظمیں جو ادبی لحاظ سے شاید ادنیٰ خیال کی جائیں اس لئے خاص طور پر قابلِ قدر ہیں کہ وہ پہلے پہل نئے نئے ضروری مضامین کے صاف ستھرے خاکے بطور نمونہ پیش کرتی ہیں۔ سچ پُوچھئے تو یہ بھی بڑا کام ہے۔ خُدا جانے انھیں کی دیکھا دیکھی آگے چل کر سحر نگار قلم کیسی کیسی انوکھی اور پیاری تصاویر کھینچ دکھائیں۔ علاوہ بریں ارتقاءِ شاعری کی تحقیق میں بھی یہ نظمیں ناگزیر ہوں گی۔ پھر کسی جامع انتخاب میں کیوں کر نظر انداز ہو سکتی ہیں۔ اگر کچھ

نظمیں بعض حضرات کے لطیف ادبی مذاق پر بار ہوں تو اُمید ہے کہ وہ معذرت قبول فرمائیں گے بایں ہمہ ان کی ضیافتِ طبع کے لئے اساتذہ کا بھی کافی کلام موجود ہے۔ اگر انار کے کچھ دانے کچے ہوں تو اس سے باقی انار کی شیرینی ولطافت میں کچھ فرق نہیں آتا۔

انتخاب اور ترتیب کا طریق خود مجموعوں سے ظاہر ہے۔ اصل مضمون پیشِ نظر رکھکر نظموں سے غیر ضروری اجزا نکالنا، مفید مطلب مقامات چھانٹنا حسبِ صلاحیت ان کو از سرِ نو ملانا یا جداگانہ نظموں کی شکل میں لانا پھر نظموں کے موزوں عنوانات قرار دے کر ان کو مضمون وار اس طرح ترتیب دینا کہ ہر نظم کا موقع محل ایک خاص موزونی اور معنی رکھتا ہو یہ سب اہتمام کیا تب کہیں اس سلسلہ منتخبات کا ڈول پڑا۔ آیندہ جوں جوں موزوں کلام دستیاب ہوگا، ہر حصہ کی متعدد جلدیں بتدریج شائع کی جائیں گی جو ساخت اور ضخامت کے لحاظ سے تقریباً یکساں ہوں گی۔ اُمید ہے کہ اس طرح پر اردو شاعری کا ایک وسیع انتخاب مرتب ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

جن شاعروں کے کلام سے دل و دماغ بلکہ روح کو تفریح وجلا ہوتی

ہے ان کا پورا پورا شکریہ کوئی کس طرح ادا کرے۔ خدائے تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

جن حضرات نے مہربانی فرما کر نظموں کی فراہمی میں مدد دی اور اس کی طباعت وغیرہ کا حسب دلخواہ اہتمام کیا مؤلفان کا بھی بدل ممنون احسان ہے

ملک کو اردو اور بالخصوص شاعری کو ایسے انتخابات سے جو فائدہ پہنچے گا اُس کے زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ تجربہ خود بہت جلد ثابت کر دے گا۔ اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ

محمد الیاس برنی
جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (دکن)
جولائی ۱۹۲۳ء

مناظرِ قدرت

جلد چہارم

فہرست مضامین

ہر جلی عنوان سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے اور اس کے تحت میں مضامین متجانسہ درج ہیں۔

مضامین صفحہ

فہرست مضامین جلد ۴

فہرست مضامین جلد سوم

صفحہ

فہرست مضامین جلد ۴

فہرست مضامین
جلد ۴

فہرست مضامین جلد ۴ — صفحہ

فہرست مضامین جلد ۴ صفحہ

ختم شد

مناظر قدرت

جلد چہارم

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۸	نرسے	ترسے	۲۴	۱۱	تمنا کو	تمنا کہ
۲	۱۳	اسے کو	اسی کو	۲۵	۱	بچپن کے	بچپن کی
۴	۵	دوالے	ووالے	۲۹	۷	پڑہی پڑی	پری پڑی
۶	۱۱	گیاگت	کیاگت	۳۰	۲	لٹا سرسے تا بہ تھا	لگا سرسے تا بہ پا
۱۰	۱	بولبو	بولبو	۳۱	۱۰	سہے سبب	بے سبب
۱۳	۷	نورشش ثمر	نورس ثمر	۳۱	۱	دام لی	دام لی
۱۴	۱۲	ال	آمل	۳۲	۷	دھارگی	دھگھارگی
۱۵	۱۰	نقشا	نقشا	۳۲	۸	بالی پہ	بالی میں
۱۷	۵	بھولی بھولی	بھولی بھالی	۳۴	۶	نک	ٹک
۱۸	۲	ملکر	بنکر	۳۴	۱۴	و و	ؤ ؤ
۲۱	۲	چاؤں	چھاؤں	۳۶	۳	جھکلے	جھلکے
۲۲	۶	چتری	چھتری	۳۹	۲	بعدازاں	بعداذاں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۱	۱۲	باندھا	باندھ	۵۸	۱۲	رشکِ قمر	رشکِ چمن
۴۳	۴	سہرے لی	سہرے کی	۵۹	۳	سیمی بدن	سیمیں بدن
۴۳	۴	گا ہیں	گائیں	۵۹	۷	نارک	نازک
۴۳	۱۲	آب مصابیں	آب مضامین	۶۰	۱	دھانی	دھانی دھانی
۴۴	۶	وہ رستہ	دو رستہ	۶۴	۹	ایک ہی	ایک ہے
۴۵	۱۲	ڈکا	ڈنکا	۶۵	۱۲	چوں ماہ	جوں ماہ
۴۶	۵	طاسش کے	طاسش کی	۶۶	۹	چھاتی کے	چھاتی کی
۴۷	۱	میگذ مبر	میگڈ مبر	۷۳	۸	باتیں	بائیں
۴۷	۱	چھلکتے	جھلکتے	۷۳	۲	اپنی دم	اپنے دم
۴۷	۱۳	جوزمیں	جوں زمیں	۷۳	۱۲	کینچھو	کینچو
۴۸	۱۰	آسماں دار	آسماں وار	۷۶	۲	کماں کی پرتش	کمال کی پرستش
۴۹	۳	جام خورشید	جام و خورشید	۷۷	۱۰	مشائخوں کے جال	مشائخوں کے حال
۴۹	۶	جہاں کہیں	جہانِ کہن	۷۸	۶	شب	سب
۵۰	۲	پھول کترائے	پھول کترا کہ	۷۹	۹	موکے موہنی	ہوکے موہنی
۵۰	۱۱	گل سے	گل سہی				
۵۱	۷	آگے روپئے کی	آگے دو روپیہ	۸۲	۲	چچا	بچا
۵۱	۱۲	رہن رکھ لو	رہیں رکھ لو	۸۳	۱۰	بیٹھے	بیٹھی
۵۲	۱۱	منقس	منقش	۸۴	۱۰	بیل پڑی	بیل پڈی
۵۴	۳	پانی کا شب	پانی کا سب	۸۴	۱۱	برنا	سبزنا
۵۵	۷	برنجم فلک	برنجم فلک	۸۶	۱۳	اٹھائے تھے	اٹھائے تھیں
۵۶	۶	کس نے	کشش نے	۸۷	۷	ہو وسے	ہو وے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۷	۱۴	جھنکاریں مارس	جھنکاریں مار	۱۰۸	۴	اب نو	اب تو
۸۹	۱	جوباونے	جوبانے	۱۰۹	۹	پھری ہیں	بھری ہیں
۸۹	۷	پھرتھال	بھرتھال	۱۱۰	۶	پیسٹھ	پیٹھ
۸۹	۸	لوگوں کے	لونگوں کے	۱۱۰	۱۱	پونچھے ان	پونچھے وہ
۸۹	۸	دھرے بھرے	دھریں بھریں	۱۱۰	۱۳	بس کارہیں اں	بستارہیں
۹۰	۵	سکے	سکتے	۱۱۱	۱۲	بجتی	بجتی
۹۱	۸	قسمت	حشمت	۱۱۳	۵	چوترا	چونترا
۹۲	۱	چھلکتے	جھلکتے	۱۱۴	۴	پراک	پیراک
۹۵	۴	داری جار	ڈاڑھی جار	۱۱۴	۱۳	سردوں	سرودن
۹۵	۱۰	ڈاک	ڈک	۱۱۵	۱	صاف ہوتے	صاف سوتے
۹۸	۹	پالی	تالی	۱۱۵	۲	کرارے	کڑاڑے
۹۸	۱۰	چھلوں	جھیلوں	۱۱۵	۱۰	چھپک	جھپک
۹۸	۱۲	جھل	چھل	۱۱۵	۱۱	پھیرتے	پیرتے
۹۹	۳	دے لکتے	دمکتے	۱۱۶	۴	رہے ہیں	رہیں ہے
۹۹	۵	جھکتے	چھکتے	۱۱۷	۱۰	گھیرا گے	گھبرائے
۹۹	۱۰	جھنکتے	چھنکتے	۱۱۹	۱۱	بیٹے لعل	بیٹے لعل
۱۰۱	۹	چیرہ	پچیدہ	۱۲۰	۴	پڑتے ہی تین جانے	پڑتے ہیں تین گانے
۱۰۲	۳	سے کی	سیلی	۱۲۱	۱۰	چیزوں	پھروں
۱۰۴	۷	چھپا	چپا	۱۲۱	۱۳	دھر	دہر
۱۰۶	۱	سمجھے ہیں	سمجھے ہے	۱۲۱	۱۵	دریار	دربار
۱۰۶	۱	دیں	دے	۱۲۲	۷	نکھی	پکھی
۱۰۸	۲	بار	پار				

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۳	۴	اگر پیشن	اگر بیشن	۱۵۷	۲	کمال	کماں
۲۳	۵	نانی	ناپی	۱۵۸	۱	سے ہی	سے ہے
۱۲۳	۸	ہال ہیں	بال ہیں	۱۶۲	۱۳	ہیچ	نہ پیچ
۱۲۳	۹	طائرخوشش	طائر ہوشش	۱۶۴	۸	لگی	لگے
۱۲۴	۱۰	حدقانونی	حدقانونی	۱۶۵	۲	پہر	پہیر
۱۲۹	۲	جاکر	چاکر	۱۶۵	۱۲	ہوتنے	ہوتے
۱۲۹	۹	سخت ہے	سخت ہی	۱۶۶	۳	رمزکیتں	رمزکے تئیں
۱۳۰	۱۳	بلا ہی رہی	بلا ہی رہے	۱۶۸	۱	کہ گیا	کہہ گیا
۱۳۲	۷	تو تو وہ	تو وہ	۱۶۸	۹	ماسے ہے	مانے ہے
۱۳۶	۷	بے نظیر	نظیر	۱۷۰	۱	وہ ٹکڑے	وہ ٹکڑے
۱۴۱	۱۰	نہ پیچ جال	نہ پیچ جال	۱۷۲	۱۱	بہ نبکارسے	یہ نبکارسے
۱۴۳	۳	بیٹے	بیٹے	۱۷۳	۶	کہوتکے	بھوتکتے
۱۴۶	۱	دام میں	دام میں ہیں	۱۷۸	۳	سشیرآ	سشیرا
۱۴۷	۱۲	آبرورکھے	آبرو سے رکھے	۱۷۹	۶	تشنہ دہاں	تشنہ دہاں
۱۴۹	۱۲	چاہتے	چاہنے	۱۷۹	۷	وتا	وغا
۱۵۲	۲	کبیدہ ذرہ	کبیدہ درہ	۱۸۰	۵	جسمہ	جسہٗ
۱۵۵	۱۰	بندھتا	بدھنا	۱۸۱	۱۳	سشبہ کو	سشنبہ کہ
۱۵۶	۸	بھیجا	بیجا	۱۸۷	۲	پڑھنے	بڑھنے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مناظر قدرت

جلد چہارم

انچہ

تم کون ہو میاں کہاں کے ہو، آئے کہاں سے کہاں جاؤ گے
یہ ٹک بات ہمیں بتلاؤ کس نے بھیجا کیا ہے کام
جو نیا نگر آ جھانکے ہو
یاں آتے ہی ترت جو روتے ہو کچھ لائے تھے سو کھوئے گیا
کس سوچ میں ہو کیا بھول گئے اس کا دو جلد جواب ہمیں
انکھیاں کھولو کیوں ڈھانکے ہو

ظفر

جلد۲

۲۔ بچہ

اے کہ اپنے ساتھ گھر بھر کی خوشی لایا ہے تو   کس وطن کی یاد میں روتا ہوا آیا ہے تو
کونسی دنیائے خنداں یاد آتی ہے تجھے   رونے والے یاد کس کس کی رلاتی ہے تجھے
کیا کوئی زریں جزیرہ چھوڑ کر آیا ہے تو   گلشنِ فردوس سے منہ موڑ کر آیا ہے تو

یاد ایسے ہی تو کچھ آتے ہیں نظارے تجھے
اجنبی سے اس جہاں کے نقش ہیں سارے تجھے

کس لیے حیرت سے یوں ہر اک کا منہ تکتا ہے تو   کچھ تو کہنا چاہتا ہے کہہ نہیں سکتا ہے تو
ہم کو بھی معلوم ہے تو ہے مسافر دور کا   مطلقاً اس دیس کی بولی سے ہے نا آشنا
ہاں بتا وہ سرزمین عافیت تھی کونسی   بستی ہے دل میں ترے دلکش وہ بستی کونسی
روشنی ہوتی ہے کیسی چاند و سورج کی وہاں   تیرے چہرہ پر ہویدا ہیں ابھی جس کے نشاں

کس چمن کا گل ہے تو کس عرش کا تارا ہے تو
کس قدر ہے پاک و روشن کس قدر پیارا ہے تو

آہ اے نووارد ہستی تجھے معلوم کیا   انقلاباتِ زمانہ میں مچاتے دھوم کیا
آج تو روتا ہے جب دنیا کو زنداں جان کر   کل نہ چھوڑے گا اسے کو باغِ رضواں جان کر

اس قدر مانوس ہو جائیگا اس دنیا سے تو پھر وطن کی یاد ہوگی اور نہ اس کی آرزو
یا د بھولے سے نہ آئے گا تجھے اپنا وطن تو سمجھ لے گا اسی غربت کو ہی پیارا وطن جلد ہم

حاصل اک دن بھی نہ ہوگا گرچہ اطمینانِ دل
پھر بھی دنیا ہی رہیگی شاملِ ارمانِ دل

محروم

۳۔ طفلِ شیر خورے

کیا وقت تھا وہ ہم تھے جب دودھ کی چھٹو ریے ہر آن آنچلوں کے معمور تھے کٹورے
پاؤں میں کالے ٹیکے ہاتھوں میں نیلے ڈورے یا چاند سی ہو صورت یا سانولے و گورے

کیا سیر دیکھتے ہیں یہ طفلِ شیر خورے

گُل کی طرح سے ہر دم سینے پہ پھولتے ہیں پی پی کے دودھ ماں کا خوش ہو کے پھولتے ہیں
ماں باپ ان کی خدمت سر پر قبولتے ہیں ہاتھوں میں کھیلتے ہیں جھولوں میں جھولتے ہیں

کیا سیر دیکھتے ہیں یہ طفلِ شیر خورے

جو دیکھے ان کی صورت لے پیار سے کھلائے ہاتھوں اوپر اچھالے اور چھیڑ کر ہنسائے
چومے کبھی دہن کو چھاتی کبھی لگائے کوئی چُسنی منہ میں دیدے کوئی جھنجھنا بجائے

۵- ماں کی ممتا

جلد۴

ممتا ماں کی جانتے ہیں سب ماں ہے بچّہ کی پرورش کا سبب
بھوک بچّے کو ہے ستاتی جب ماں سے کرتا ہے رو کے دودھ طلب

دودھ دیتی ہے پیار کرتی ہے جان اس پر نثار کرتی ہے
بچّہ سینے سے جو رہا ہے چمٹ نہیں لے سکتی بے دھڑک کروٹ

پاؤں کی بھی نہ ہو ذرا آہٹ کبھی ننھے کی جائے نیند اُچٹ
اوں اوں کرتی تھپکتی جاتی ہے ہولے ہولے سرکتی جاتی ہے

جب گیا وہ ننھا بچہ پڑ سو چھوٹے تکیئے لگا دیئے دو دو
کیئے سب کام تھے ضروری جو پر نہیں بھولتی ہے بچہ کو

لیتی رہتی ہے ماں خبر ہر دم اپنے بچہ پہ ہے نظر ہر دم
ماں کو آرام کی کہاں فرصت سو ئی بیٹھی تو آ گئی شامت

کپڑے لتّوں کی ہو گئی گیا گت ہے بچھونا بھی تر بتر لت پت
صبح اُٹھ کر کھنگالنی ہے تمام جاڑے پالے کا وقت اور یہ کام
بچہ اتنے میں چونک اُٹھا سو کے ناک میں دم کیا ہے رو رو کے

ماں نے پھر لے لیا ہی خوش ہو کے — نیا کرتہ بدل کے منہ دھو کے
دیکھکر اس کا چاند سا مکھڑا — بھول جاتی ہے اپنا سب دکھڑا
باتیں کرتی ہی پیار سے جوں جوں — بولتا ہی جواب میں آغوں
رات کو لوریاں سناتی ہی — گود میں لے کے بیٹھ جاتی ہی
کس قدر زحمتیں اٹھاتی ہی — بچہ ہے اور ماں کی چھاتی ہی
جب لگایا ہی آنکھ میں کاجل — پڑا بچہ کی تیوری میں بل
دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ڈالیں مل — بچہ بے چین ہے تو ماں بیکل
کبھی کنڈی بجا کے بہلایا — کبھی کندھے لگا کے بہلایا
چپ کیا جھنجھنا بجا کے اسے — سوئی خود پیشتر سلا کے اسے
اس کا ہتیا جدا پکاتی ہے — انگلیوں سے اسے چٹاتی ہے
باتیں کرنا اسے بتاتی ہے — پاؤں چلنا اسے سکھاتی ہے
ہر طرح پر سنبھالتی ہی اسے — اللہ آمین سے پالتی ہی اسے

ماں کو بچہ سے جو محبت ہی
درحقیقت خدا کی رحمت ہی

اسمٰعیل

٦ - ماں کا پیار

جلد ۲

کیسا لیٹا ہے یہ خوش و خرم — نہ کوئی فکر ہے نہ کوئی غم
نہ تو روتا نہ بلبلاتا ہے — گود میں کیا ہمک کے آتا ہے
مسکراتا ہے کیا ہی خوش ہو کر — جیسے چڑیا مگن ہو ڈالی پر
جب کہ سونے کا وقت ہے آتا — مرے سینہ سے ہے چمٹ جاتا
جبکہ آنکھوں میں نیند آتی ہے — بستر اس کا میری چھاتی ہے
نیند لے کر ہنسی خوشی سے اٹھا — پھول گویا کھلا چنبیلی کا
لگ گئی بھوک کہہ نہیں سکتا — پیاری نظروں سے ہے مجھے تکتا

پیار کا بھی مرے یہی ہے سبب
نہیں آتا بیان میں مطلب

اسمٰعیل

٧ - پیاری بچی

سیّدہ کیسی پیاری بچی ہے — صورت اچھی ہے سمجھ بھی اچھی ہے
ذرا دیکھو تو اس کی صورت کو — ہے سچی جنی کی جیسے مورت ہو

جلدہا

ہے ابھی دو برس کی خیر سے جان — پر سب اچھے بُرے کی ہے پہچان

ماں نے جو کچھ اُسے سکھایا ہے — جو ادب قاعدہ بتایا ہے

وہ سبق سارے اس کو ہیں ازبر — نقش ایک ایک بات ہے دل پر

ہے ادب سے بڑوں کا لیتی نام — سب کو کرتی ہے ہاتھ اُٹھا کے سلام

پھر ادب سے وہیں سلام کے ساتھ — پوچھتی ہے مزاج، جوڑ کے ہاتھ

جھوٹ موٹ اس کو گر ڈراتے ہیں — بات ڈر کی کوئی سُناتے ہیں

بچّے پن سے یقیں نہیں کرتی — دیر تک ہے "نہیں نہیں" کرتی

وہ کسی بات پر مچلتی نہیں — اپنی عادت کبھی بدلتی نہیں

ایک بیماری سے تو ہے لاچار — ورنہ روتی نہیں کبھی زنہار

ایسی کم عمر بے سمجھ ہو کر — دودھ بھی مانگتی نہیں رو کر

بے پیئے دودھ جب نہیں سوتی — ہے وہ ماں کی خوشامدیں کرتی

کبھی کہتی ہے پیار سے "آماں" — اور کبھی ڈالتی ہے گل بیّاں

کوٹ کوٹ اس میں ہے بھری غیرت — اس کو کوئی گھڑک دے کیا طاقت

ماں نے جھوٹوں کبھی جو گھور دیا — اس نے سچ مچ وہیں بسور دیا

ماں کی خفگی سے ہے بہت ڈرتی — اس کے تیور ہے دیکھتی رہتی

جب ذرا دیکھتی ہی چیپاں کو   بار بار اس کو کہتی ہے "بو بو"
ماں یہ سُنکر اگر ذرا ہنس دی   پھر کوئی دیکھے اس کی آکر خوشی
ہنستی ہی اور کھلکھلاتی ہی   بچی پھولی نہیں سماتی ہے
چاہنے والے اس کے ہیں جو جو   خوب پہچانتی ہے ایک اک کو
پھوپھیوں سے تو ہی لگاؤ بہت   گھر کا خالاؤں کے ہی چاؤ بہت
ہی چچاؤں کے نام کی عاشق   ان کے کلمہ کلام کی عاشق
غور سے اُن کا پڑھنا سنتی ہی   اور سُن سُن کے سر کو دھنتی ہی
ختم ہو چکتے ہیں جب ان کے بول   کہتی ہی بار بار " ابّا اول"
آرزو تو بہت ہے بولنے کی   پر نہیں اٹھتی ہے زبان ابھی
یوں تو تھی جب ہی پیاری اس کی زبان   جب کہ کرنے لگی تھی وہ غوں غاں
پھر تو آتا ہی اس پہ اور بھی پیار   ہوتی جاتی ہی جس قدر ہوشیار
نہیں مُنہ سے نکلتے پورے بول   بولتی ہی صدا ادھورے بول
لوٹ جاتے ہیں ہنستے ہنستے سب   زرگری اپنی بولتی ہے جب
نئے آتے ہیں گھر میں جب مہماں   دیکھ دیکھ اُن کو ہوتی ہی خنداں
پاسکے بیٹھا ادہر اُدہر سب کو   دیکھتی ہے ٹُکر ٹُکر سب کو

اوپری شکل سے ہو گھبراتی ہو مگر جلد سب سے ہل جاتی
ہیں جو ماں جائے بھائی اور بہن یوں تو ہو سب کی اس کے دل میں لگن جلد ۴
پر ذرا بھائی سے ہو لاگ اس کو کیونکہ اوپر تلے کے ہیں دونوں
پس جہاں بھائی ماں کے پاس آیا اور وہیں اس نے ہاتھ پھیلایا
جا لپٹی ہے دوڑ کے ماں سے بھائی سے کہتی ہو "ہٹو یاں سے"
عمر اوس کی خدا دراز کرے علم سے اس کو سرفراز کرے
چڑھیں ماں باپ کی سلامتی میں
سارے پروان۔ بھائی اور بہنیں

حالی

۸۔ مسرّتِ طفلی

لنگوٹے میں تھا ایک ناداں بچّا پڑا چوستا تھا وہ اپنا انگوٹھا
نہ دیکھا تھا منہ اُس نے رنج والم کا میں سمجھا یہی ہے مسرّت کا پتلا
میسّر ہے اس کو خوشی دو جہاں کی
نہ ڈر باپ کا ہو نہ دہشت ہو ماں کی

نہ کچھ طلب و یاس کی اس کو خبر ہے — ہوائے زمانہ یہاں بے اثر ہے
نہ کچھ دل میں نیکی بدی کا گزر ہے — نہ کچھ دوستی دشمنی پر نظر ہے جلد۲

نہ شادی ہی پوری نہ ماتم ہی پورا
ابھی مسکرایا ابھی مُنہ بسورا

نہ خواہش ہے کوئی نہ تدبیر کوئی — نہ کچھ معذرت ہے نہ تقصیر کوئی
نہ کچھ جرم ہے اور نہ تعزیر کوئی — کوئی خواب ہے اور نہ تعبیر کوئی

نہ اپنا پرایا نہ میرا نہ تیرا
میں سمجھا یہی ہے مسرّت کا ڈیرا

مگر دو قدم آگے چل کر جو دیکھا — تو آیا نظر دوسرا ایک لڑکا
گلی میں وہی کودتا پھر رہا تھا — مگر کھیل میں تھا وہ مشغول ایسا

کہ تھا بے خبر شام ہے یا سحر ہے
بلا جانے اس کی کہ دنیا کدھر ہے

محبت سے جس وقت ماں نے بلایا — تو مرشد نے باتوں میں اس کو اڑایا
خفا وہ ہوئی ناز اس نے دکھایا — مچل کر کہا "تم چلو میں بھی آیا"

ادھر سے ہوئیں دھمکیاں میٹھی میٹھی
ادھر سے ہوئیں شوخیاں میٹھی میٹھی

نہ کچھ بھوک ہی اور نہ کچھ پیاس اس کو — نہ امید ہی اور نہ کچھ یاس اس کو
نہ کچھ ماں سے وعدہ کا ہی پاس اس کو — نہ کچھ وقت کا بھی ہی وسواس اس کو

یہاں تک کہ سب غم غلط کھیل میں ہے
میں سمجھا مسرت فقط کھیل میں ہے

بیتاب

۹- بچہ اور ہلال

رنگیں ادا ہیں دونوں رنگین جمال دونوں — نور شمر ہیں دونوں اور نونہال دونوں
بچے ابھی اگرچہ ہیں خورد سال دونوں — بڑھ کر کریں گے اک دن کسب کمال دونوں

آ- مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونوں

چھوٹی سی کیا ہی دلکش ہی یہ کمان تیری — مجھکو پسند دل سے ہے آن بان تیری
پر یہ نہیں رہیگی بچپن کی شان تیری — دو چار دن کی طفلی ہے میہمان تیری

آ- مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونوں

جلد ۱

تو بڑھ کے بدر ہوگا جس طرح آسماں پر — ڈالے گا اپنی کرنیں اس تیرہ خاکداں پر
میرا شباب یوں ہی آئے گا عنفواں پر — شفقت کا نور میں بھی برساؤں گا جہاں پر

آ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونوں

ننھے سے او کھلاڑی او آسماں کے ساکن — آ کھیل لیں کہ دونوں بچے ابھی ہیں کمسن
دو چار دن کے مہماں ہیں کھیل کود کے دن — پیری میں ولولے ہیں طفلی کے غیر ممکن

آ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونوں

کشتی اتار لا ہاں چھوٹی سی آسماں سے — ایسا کہاں کا اونچا ہے تو مرے مکاں سے
ہوں تیر چھوڑنے کو مضطر تری کماں سے — تیرے لئے تڑپتا ہوں میں غم نہاں سے

آ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونوں

یا رب نہ چشم بد سے پہنچے گزند تجھ کو — ہو شام کی سیاہی دود سپند تجھ کو
گردوں کرے بڑھا کر بالا بلند تجھ کو — ہاں کون سے کھلونے ہیں دل پسند تجھ کو

آ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونوں

سرورؔ

۱۰۔ کم فرصت بچّہ

جلد ۱۳

سنتے تھے کہ یہاں راحت و آرام بہت ہے
پر تجربہ کہتا ہے کہ یہاں کام بہت ہے

دن رات میں فرصت نہیں اتنے ہیں مشاغل
ممکن نہیں ہو جاؤں میں دم بھر کو بھی غافل

اس پر بھی مرے کام مکمل نہیں ہوتے
عقدے جو مرے کام میں ہیں حل نہیں ہوتے

لو آج ہی جس وقت سے ہونے لگی بارش
شیشوں پہ دریچوں کے ہوئی بوندوں کو لغزش

اس وقت سے بندہ ہمہ تن چشم تماشا
دیکھا کیا اک ٹکٹکی باندھے یہی نقشا

اک وقت میں اک کام پہ پر کی نہ قناعت
نادانی سے سر پہ پڑی یہ اک نئی محنت

اک گیت زباں پہ جو کہیں ہو گیا جاری
بلاول دو پہر اسی راگ کے دھندے میں گزاری
تھے اس کے سوا اور بھی بہتیرے مشاغل
طے اور بھی کر ڈالے کئی میں نے مراحل

آئینے پر ایسا کوئی اک پھونک دیا دم
وہ جس کے اثر سے ہوا اک آن میں پرنم
اس نم کو وہیں صورت تصویر بنایا
تصویر کو اک لحظہ میں پھر خود ہی مٹایا

پھر فرش زمیں پر جو توجہ ہوئی مائل
تعمیر کئے اس پہ مکاں رہنے کے قابل
ٹوٹی ہوئی کشتی جو مری سب سے بڑی ہے
اب اس کی مرمت کی مجھے فکر پڑی ہے

دعوت جو خیالی مرے ہاں ہوتی ہے اکثر
پھر اس میں بلاتے ہیں مجھے سارے تونگر

اتنے ہیں تردّد مری اک ننھی سی جاں کو
جلدی
فارغ ہو ہیں کیا جانے وہ اس دردِ نہاں کو
اب کھیل کی فرصت کوئی ڈھونڈے تو کہاں ہے
"مصروف ہوں مصروف" یہی وردِ زباں ہے

اکرام

۱۱- ایک حسین لڑکی

چہرہ یہ پیارا پیارا آنکھیں یہ کالی کالی | لب گل کی پتّیاں ہیں صورت ہی بھولی بھالی
نازک بدن ہے اس کا یا نخلِ گُل کی ڈالی | چہرہ کا رنگ دیکھو کھدّر وکہ پھول والی

رُخ پر جو آ رہی ہیں اڑ کر لٹیں ہوا سے
سرکا رہی ہے ان کو کس ناز سے ادا سے

ناز اس کے قدرتی ہیں ان سے ہی بے خبر خود | دلکش نظر ہے لیکن واقف نہیں نظر خود
بالوں میں بن رہے ہیں گھونگر ادھر اُدھر خود | وارفتہ ہو رہا ہے حسن اس کی شکل پر خود

کیسا دہن ہے زیبا کتنا ہے تنگ دیکھو
آنکھوں میں لال ڈورے لائی ہیں رنگ دیکھو

کس لطف سے لڑکپن اس کو کھلا رہا ہے — چھوٹے سے قد کو کیا کیا چالونچ لا رہا ہے
جلدی سے ملکر کبھی تبسم ہونٹوں پہ آ رہا ہے — ملکر کبھی نظر سے شوخی دکھا رہا ہے

وارستگی تو دیکھو بے خود ہے کس قدر یہ
آنچل زمیں پہ لوٹا لیکن ہے بے خبر یہ

چوٹی نہیں بندھی ہے بال اُڑتے ہیں ہوا سے — پھندے اُلجھ گئے ہیں بالوں میں تو بلا سے
بالوں پہ جمتی ہے گرد اُڑ اُڑ کے جا بجا سے — سر پر چمک رہے ہیں ذرّے ذرا اور آ سے

کُرتا کریب کا ہے کانٹوں پہ ہے وہ اٹکا
دامن پھٹا وہ دیکھو کھینچا جو دیکے جھٹکا

کرتے کو دیکھ کر یہ پہلے تو مسکرائی — پھر کچھ جو دھیان آیا حیرت سی رُخ پہ چھائی
پوچھے گی ماں کہاں سے کُرتی کو پھاڑ لائی — یہ ڈر نہیں تو چھوٹی چہرہ پہ کیوں ہوائی

کُرتے کو دیکھتی ہے کانٹوں کو دیکھتی ہے
ماں سے یہ کیا کہیگی بس سوچ اسے یہی ہے

ٹہلی پھر اُٹھ کے اب کچھ تسکین پا رہی ہے — رنگت اُڑی ہوئی پھر چہرہ پہ آ رہی ہے
چھوٹی سی آرسی کو نظروں میں لا رہی ہے — خود منہ چڑا رہی ہے خود مسکرا رہی ہے

لائی ہوا جو اپنے دامن میں گرد بھر کے
آنچل میں منہ چھپایا آنکھوں کو بند کر کے جلد ۳

چل نکلی اور ٹھٹک کر مجھ پر نگاہ ڈالی — میں اس کو دیکھتا ہوں یہ بات اس نے پالی
آنکھیں اُٹھا کے دیکھا اور پھر نظر بچالی — یہ قدرتی حیا ہی دل کی لبھانے والی

دیکھے جو پھر تو شاید ترچھی نظر سے دیکھے
پھیرا ہی رُخ تو شاید مڑ کر ادھر سے دیکھے

دیکھا تو اس نے لیکن گردن جھکا کے دیکھا — آنچل کو سر پہ ڈالا اور مسکرا کے دیکھا
کیا ترچھی چتونوں سے آنکھیں چرا کے دیکھا — دیکھا پھر اُس نے دیکھو آنچل ہٹا کے دیکھا

پایا نیا جو مجھ کو کچھ شرم آئی اُس کو
فطرت کی یہ ادا ہی بننے کا فہم کس کو

چشمے کی راہ لی ہی شاید پیئے گی پانی — پہونچی تو دیکھتی ہی چپ سُن کھڑی ہی رانی
عکس فلک کی رنگت سورج کی ضو فشانی — پانی تو ہی سنہرا اور رنگ ہے آسمانی

لہروں میں چلتی پھرتی سورج کی جو چمک ہے
اس سے چمک رہی ہی کیا بلبلوں کا شک ہے

وہ پائنچے سنبھالے پانی تو خیر کم ہے — ٹخنوں ہی تک ہی گہرا او چند ہی قدم ہے

لیکن لچک بدن میں چلنے سے دم بدم ہو　　نازک ہی پاؤں

بلدا

وہ اوڑھنی نہ سنبھلی پانی سے تر ہوئی

وہ لڑکھڑائی دیکھو دُھری کمر ہو

نالا اُتر کے پہونچی زیرِ شجر کھڑی ہے　　نہنّے سے دل

کچھ اوڑھنی بدن پر کچھ خاک پر پڑی ہے　　خوشے پکے

میں جامنیں گرا دوں بہلے یہیں تو

کھیلے یہیں تو اچھا ٹہلے یہیں تو

۱۲- پاربتی

اس راجہ ہماچل کے گھر اک بالی سندر بیٹی تھی

مکُھ اس کا چندر لِلن کا

لب لعلِ یمن اور غنچہ دہن تن رنگ سمن قد سروِ سہی

پوشاک جھلکتی تاش زر

وہ کنٹھلے کنگن کندن کے وہ بازو جھلّا اور مندری

وہ جھانجن بجتی سونے

ماں باپ کی پیاری نازبھری آنکھوں میں وہ نسدن پھرتی

نت رہتی ہاتو چاؤں میں اور مانی آس مرادوں کی جلد۴

سکھ بھوجن نورس اور میوے پکوان مٹھائی دودھ دہی

سو ساٹھ سہیلی ساتھ پھریں ہم عمریں بھی بالی بھولی

سب پیار کریں تن من واریں سنگ کھیلیں جنہیں بھاوجی

سب گہنے ہیں سر پاؤں لدیں تن سوہا سالو اور چنری

کوئی اچھلے کودے سوانگ کرے کوئی ہنس ہنس کرتی اٹکھیلی

دن رات ہنسیں اور چین کریں ہر آن کی خوبی خوش وقتی

تھی رہتی گورا پاربتی ان روپ سروپوں ابرن میں

سب طور خوشی سے پھرتی تھی نت اپنے گھر اور آنگن میں

نظیر اکبرآبادی

۱۴۳- ایک حسین لڑکی اور اس کی ہنسی

دل کو لبھا رہا ہے انداز اس ہنسی کا — پیش نظر ہے نقشہ کھلتی ہوئی کلی کا

یہ دانت صاف اس کے یہ ہونٹ لال اس کے — دو نیم برگ گل ہیں یا پھیری ہیں گال اس کے

قدرت نے ان لبوں کو کیا لال کر دیا ہے — دو حرف لکھ کے گویا شنجرف بھر دیا ہے
اپنی ہنسی کی شاید اس کو خبر نہیں ہے — کیا پھول کھل رہے ہیں اس پر نظر نہیں ہے
گالوں میں پڑ گئی ہے کچھ کچھ شکن ہنسی سے — چمکا ہے حسنِ فطرت اس حسنِ عارضی سے
چشمے میں منہ کو دھونا اور بار بار ہنسنا — کیا لطف دے رہا ہے بے اختیار ہنسنا
پانی میں دیکھتی ہے رخ اپنا پیارا پیارا — خوش کر رہا ہے شاید اس کو وہی نظارہ
جنبش میں عکسِ رخ کو ہنس ہنس کے دیکھتی ہے — لہروں سے کھیلنے کا شاید سبب یہی ہے
مچھلی پکڑ رہی ہے چلو میں دل لگی سے — ملتی نہیں وہ اس کو ہنستی ہے یہ اسی سے
آئینہ ہے نہ اس دم پاس اس کے آرسی ہے — دانتوں کو مانج کر یہ پانی میں دیکھتی ہے
پانی میں صورت اپنی اس نے جو دیکھ پائی — سمجھی کہ اور کوئی اس کے مقابل آئی
واقف نہیں کہ ہے یہ اپنا ہی عکس پیدا — یہ راز ہو نہ یا رب اس پر کبھی ہویدا
سمجھے گی عکس اپنا تو جھینپ جائے گی تہ — ہنس ہنس کے بھولے پن نے کیونکہ منہ چڑا گئی
کانوں میں سبز بندے کیا لطف دے رہے ہیں — ہل ہل کے خوب بوسے گالوں کے لے رہے ہیں
ہلنے سے ان کے شاید کچھ لطف آ رہا ہو — بندوں کا گدگدانا اس کو ہنسا رہا ہو
چھوٹی سی شاخِ گل کو کیسے تو میں کھلا ہے — کانٹے نے چبھ کے شاید اس کو ہنسا دیا ہے
پیڑوں کو دیکھ کر یہ ہنستی ہے کس ادا سے — خوش کر رہی ہیں چڑیاں آوازِ نغمہ زا سے

جلد ۴

پانی میں گر پڑی یہ پھر بھی ہنسی نہ چھوڑی — اٹھتے ہی پھول اٹھایا اور اوڑھنی نچوڑی
نازک ہیں ہاتھ اس کے پانی نچڑ سکے کیا — کاش اوڑھنی یہ دیتی اور میں نچوڑ دیتا
جھٹکا رہی ہے دیکھو ہنس ہنس کے بال اپنے — آنچل سے پونچھتی ہے ہر بار گال اپنے
کیا کھلکھلا رہی ہے اس کی ہنسی تو دیکھو — رخ پر لٹیں پڑی ہیں وارفتگی تو دیکھو
ظاہر ہے بھولے پن سے قدرت کی کارسازی — خوبی کو ناز اس پر خود اس کو بے نیازی
چھیڑوں میں اس کو لیکن جھنپے تو منہ چڑھائے — چل دے تو لطف میرا حسرت کا داغ کھائے
غم سے کبھی نہ یارب اس کی ہنسی ہو زائل — رکھے لڑکپن اس کا اس کو ہنسی پہ مائل

کیا چیز ہے لڑکپن پروا نہیں کسی کی
اے شوق عمر طفلی ہے جان زندگی کی

شوق قدوائی

۴ ایامِ طفلی

کدھر گیا آہ میرا بچپن۔ نجات تھی جب غم جہاں سے
نہ دل تھا حسرت کش تمنا۔ نہ تھی زباں آشنا فغاں سے
کہاں گئی وہ بہار طفلی۔ کدھر گئے وہ نشاط کے دن
گلاب سا آہ! میرا چہرہ نہ زرد تھا جب غم خزاں سے

کبھی تھا کوئل کا ہم نوا میں کبھی تھا میں ہم سرود قمری
چمن میں کرتا تھا چھیڑ پہروں میں جا کے مرغانِ نغمہ خواں سے
میں دل میں خوش تھا کہ گا رہی ہے مری محبت کا یہ ترانہ
کھلا نہ تھا راز عشق گل کا جو مجھ کو بلبل کی داستاں سے

بہت دنوں ہمصفیر تیرا رہا ہوں بچپن کی صحبتوں میں
ہزار نغمہ سنا کیا ہوں میں او پپیہے تری زباں سے
بہائیں کاغذ کی میں نے ناویں بہت لبِ جو بنا بنا کے
برس گئی کوئی ٹھنڈی ٹھنڈی جھڑی جو ساون کی آسماں سے

کبھی شگوفوں کو چومتا تھا کبھی تھا کلیوں کو پیار کرتا
نثار میں بھی تھا آہ بلبل ادائے گل پر ہزار جاں سے
کبھی تمنا کو چاند کو میں گھر اپنے لاؤں بنا کے مہماں
کبھی یہ حسرت کہ توڑ لاؤں میں جا کے تاروں کو آسماں سے

وہ شوق افزا عجب تھیں راتیں میں جب اچکتا تھا توڑنے کو
اگرچہ اونچے بہت ستارے تھے دستِ بازوئے ناتواں سے
کبھی جو آئینہ میں یکایک نظر پڑی مجھ کو اپنی صورت
رہا میں پہروں ہی محو حیرت کہ پیاری شکل آئی یہ کہاں سے

لبوں پہ بچپن کے کیا نہ آئیگی اب وہ معصوم مسکراہٹ
او ہو رہے الفاظ اے جوانی! وہ کیا نہ نکلینگے اب زباں سے

نسیم دینے کو مجھ کو لوری نہ شام فرقت میں آئے گی کیا
جگر کے ٹکڑے اڑینگے کب تک ہوا میں آہِ شرر فشاں سے

بتوں کی تیرِ نظر کا بسمل نہ تھا دخوش تا روزگار طفلی)
نہ لاگ شہ رگ کو نیشتر سے نہ چھیڑ پہلو کو تھی سناں سے

نہ دل کو فکرِ معاش کا غم نہ مرگ احباب کا تھا ماتم
لہو کے آنسو نہ آہ راتوں کو تھے رواں چشم خوں فشاں سے

نہ تھی گرانباری مشاغل۔ نہ تھی یہ پابندی علائق
اسیر زنجیر غم نہ تھا میں نجات تھی شورشِ جہاں سے

مرا ہنڈولا تھا عرشِ اعظم۔ مرے کھلونے تھے چاند سورج
اُتار لاتا تھا جا کے تارے زمیں پہ راتوں کو آسماں سے

مرا گھروندا تھا گھر کا آنگن اسی میں مہماں تھا میرا بچپن
تجھے بلایا تھا کس نے ظالم شباب تو آگیا کہاں سے

رہے جو تو اسے شباب مہماں بایں غم و رنج و یاس و حرماں
جلد نہیں ہے یہ بھی مجھے توقع طلسم نیرنگ آسماں سے
ابھی ہے تیرا فشار باقی۔ ابھی بڑھاپا ہے آنے والا
فلک کو لینا ابھی ہے بدلے بہت سے اک جزو ناتواں سے
ہزار جھگڑے ہیں زندگی کے ہزار دنیا کے ہیں بکھیڑے
سہے وہ صدمے اٹھیں تو کیوں کر اٹھیں گے اک شیشۂ استخواں سے

سرور جہاں آبادی

۱۵۔ دوشیزہ

ایک دن جو برائے سیر اٹھا — دیکھی کوٹھے پہ ایک ماہ لقا
بام روشن تھا طور کی صورت — سر سے پا تک ہے نور کی صورت
حسن یوسف بھی اس کو آگے ماند — چہرہ زلفوں پہ جیسے ابر میں چاند
گل سے رخسار گول گول بدن — گال جس طرح قمقمے روشن
جلوۂ حسن رشک شعلۂ طور — چشم بد دور آنکھیں موتی چور
رخ پہ وہ بکھرے بکھرے زلف کے بال — رنگ گل سے وہ ہونٹ گال سے لال

جلد۴

ناک میں نیم کا فقط تنکا — شوخی چالاکی مقتضا سن کا
آستینوں کی وہ پھنسی کُرتی — جسم میں وہ شباب کی پھرتی
قد میں آثار سب قیامت کے — گوری گردن پہ طوق منت کے
رُخ پہ گرمی سے وہ عرق کم کم — جس طرح گُل پہ قطرۂ شبنم
عکسِ رخ موتیوں کے دانوں میں — بجلیاں چھوٹی چھوٹی کانوں میں
سرو سا قد تو گل سے رخسارے — شانے بازو بھرے بھرے سارے

کیا خدا داد حُسن پایا تھا
آپ اللہ نے بنایا تھا

مرزا شوق

۱۶- دوشیزہ

نظر آئی مسند پہ اک پیرزال — سپید و سیہ اس کے سر کے بال
قریب اس کے بیٹھی ہے اک نازنیں — کہ جنت سے اُتری کوئی حورِ عیں
قیامت کا نقشہ سلیقہ غضب — اداؤں میں خوبی کے انداز سب
نہ کیوں دل کو اس زلف سے ہو لگاؤ — بگڑنے میں بھی جس کے لاکھوں بناؤ

وہ لاکھا لبِ لعل پر پان کا — مسی اس پہ گویا شفق میں گھٹا
جلوہ
وہ برقِ تبسم جو دل پر گرے — تو آنکھوں میں تصویرِ محشر پھرے
وہ اعضا سڈول اور کاٹھی درست — سجیلا چھریرا بدن چاق و چست
تناسب بھی ہر عضو میں بے قیاس — غضب گورے بنڈے پہ دھانی لباس
وہ صورت دل آویز زاہد فریب — میانہ وہ قد مثلِ گل جامہ زیب
تر و تازہ رخسار مانندِ گل — ان آنکھوں میں کیفیتِ جامِ مل
خط و خال موزوں وہ مژگاں دراز — وہ حسنِ خدا داد تصویرِ ناز
جہاں سوز وہ خندۂ زیر لب — وہ شوخی بلا کی وہ چتون غضب
وہ باریک لب اور پتلی کمر — وہ چہرہ کتابی رسیلی نظر
وہ ناگن سی چوٹی وہ افعی کا من — وہ موباف زریں میں دُرِّ عدن
وہ آنکھیں بڑی اور خاطر پسند — زنخدان باریک بینی بلند
وہ پیوستہ ابرو کشادہ جبیں — وہ ہر بات غیرتِ دہِ انگبیں
زمرد کے بندے لٹکتے ہوئے — وہ موتی کے بالے چمکتے ہوئے
کلائی میں بلور کی چوڑیاں — طلائی جڑاؤ بھی کچھ بے گماں
جواہر کے جس میں نگینے جڑے — مناسب قرینے سے چھوٹے بڑے

غرالے میں ساق بلوریں نہاں	مگر شمع فانوس میں ضوفشاں
کفِ دست و پا اس قدر نازنیں	کہ رنگِ حنا کی ضرورت نہیں

سراپا ضیا جملہ تنویر وہ
مگر حسن و خوبی کی تصویر وہ

جلد ۴

بے نظیر

۷۔ مہ لقا

دیکھی پھر اس میں اک ستم ایجاد مہ لقا	اور پر نظر گئی جو مری سر سے تا بپا
صورت نہ تھی وہ چاند کا ٹکڑا سا بے بہا	اور حسن کا بیان تو جاتا نہیں کیا

نقشہ وہ جس کے پاؤں پہ لوٹے پڑی پری

خونریز ابرِ جان کی قاتل ہر اک نگاہ	مژگان وہ برچھیوں کو لئے تل رہی سپاہ
مہندی سے انگلیوں نے کئے خون بیگناہ	آنکھوں میں کھنچ رہا تھا وہ کاجل غضب سیاہ

پڑ جائے جس سے دل میں فرشتوں کے ہڑبڑی

زلفیں وہ مشک ناب سی چہرہ وہ چاند سا	جگنو رہا گلے میں ستارہ سا جگمگا
گہنے کا وصف یا کہ بدن کی کہوں صفا	جاتا تھا سرخ جوڑے میں تن لعل جھمک دکھا

گویا شفق میں آن کے بجلی چمک پڑی

جلد کیا کیا کہوں میں شوخ کے عالم بناؤ کا — تصویر بن رہی تھی لٹا سر سے تا بہ پا
اس دم بندھی تھی اس کی غضب آن کر ہوا — کافر کھڑی ہوئی تھی عجب ڈھب سے بن بنا
اک ہاتھ میں لیے آئینہ اک ہاتھ میں چھڑی

نظیر

۱۸- خوشی کی پری

فجر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک — دی وہیں آ کے خوشی نے درِ دل پر دستک
پوچھا میں کون ہے۔ بولی کہ وہ میں ہوں غافل — نہ لگے شوق میں جس کی کبھو شائق کی پلک
ہے پری نام مرا میں ہوں عزیزِ دلہا — زندگانی کی حلاوت ہے جہاں میں مجھ تک
کھول آغوشِ دل اور لے مجھے جلدی نال دا — پھر خدا جانے یہ دن کب تجھے دکھلائے فلک
آنکھیں مل کر کے جو دیکھوں تو ہے اک بادلہ پوش — سر سے لے غرق جواہر میں ہے وہ پاؤں تلک
زلفیں یوں بکھری ہوئی چہرہ پہ آگئیں پھر دل — جس طرح ایک کھلونے پہ ہٹیں دو بالک
حسن سے کان کے آویزے میں یوں لطف کے جو — مستعد قطرۂ شبنم کہ پڑے گل سے ٹپک
مسی آلودہ لب اخگر سے تھے تہ خاکستر — کم ہوا سے وہ سخن کہنے کی جاتی تھی دہک

جلد ۳

سلک گوہر نے صفا دام لی ان دانتوں سے — برق دریوزہ کرے موج تبسم کی چمک

قامت ایسا ہی کہ ہنگام خرام اس کے اگر
آگے آجائے قیامت تو یہ بولے کہ سرک

ناگہ اس شوخ نے مجھ سے یہ کہا اے سودا — اب تو شیشۂ اندوہ کا پتھر سے پٹک
یہ کوئی طرز ہی رہنے کا زمیں پر نادان — یہ کوئی طور ہی جینے کا ترے زیر فلک
نہ کبھی گھر میں ترے ناچ ہی ہوتے دیکھا — نہ ترے در پہ سنی آکے پکھاوج کی گمک
آج وہ دن ہی کہ جس گھر میں تو دیکھے اس میں — کہیں ہوتی ہی کتھک اور کہیں ہی ادلک
یاں تلک شیخ و برہمن ہیں طرب کے مشغول — دیر میں بجتی ہی مردنگ حرم میں ڈھولک
سن کے میں نے یہ کہا اس سے کہ اے مایۂ ناز — خیر ہی بات سمجھ کر تو کہہ اتنا نہ بہک
ہی سبب کیونکہ میں اندوہ کی الفت چھوڑوں — کس طرح دوستیٔ غم کروں دل سے منفک
کر کے دریافت یہ مجھ سے کہا اس نے کہ مگر — سمع میں تیرے یہ مژدہ نہیں پہونچا اب تک

آج اس شخص کی ہی سال گرہ کی شادی
کہ بصورت ہی وہ انسان بسیرت ہی ملک

سودا

جلد ۴

۱۹- موتی

رہے ہیں اب تو پاس اس شوخ کے شام و سحر موتی
جبیں پر موتی اور بیسر میں موتی مانگ پر موتی
ادھر جگنو ادھر کچھ بالیوں میں جلوہ گر موتی
بھرے ہیں اس پری میں یارو اب تو سر بسر موتی
گلے میں کان میں نتھ میں جدھر دیکھو ادھر موتی
کوئی اس چاند سے ماتھے کے ٹیکے میں اچھلتا ہے
کوئی نبدوں سے مل کر کان کی نرموں میں ملتا ہے
لپٹ کر دھار گی میں کوئی سینہ پر مچلتا ہے
کوئی جھمکوں میں جھولے ہے کوئی بالی پہ ہلتا ہے
یہ کچھ لذّت ہے جب اپنا چھدا لیتے ہیں جگر موتی
کبھی وہ ناز میں ہنس کر جو کچھ باتیں بناتی ہے
تو اک اک بات میں موتی کو پانی میں بہاتی ہے

ادا کو ناز میں چنچل عجب عالم دکھاتی ہے
جلد نہم وہ سمرن موتیوں کی انگلیوں میں جب پھراتی ہے
تو صدقے اس کے ہوتے ہیں پڑے ہر پور پر موتی

غلط ہے اس لبِ رنگیں کو برگِ گل سے کیا نسبت
کہ جن کی ہے عقیق اور سپنے اور یاقوت کو حسرت
آداہٹ کچھ مسی کی اور کچھ اس پہ پان کی رنگت
وہ ہنستی ہو تو کھلتا ہے جو اس خانۂ قدرت
ادھر لعل اور اُدھر نیلم ادھر جب اس ادھر موتی

کبھی جو بال اپنے میں وہ موتی پروتی ہے
نزاکت سے عرق کی بوند بھی مکھڑے کو دھوتی ہے
بدن بھی موتی سر تا پاؤں سے پہنے بھی موتی ہے
سراپا موتیوں کا پیکر تو اک گچھا وہ ہوتی ہے
کہ کچھ وہ خشک موتی کچھ پسینے کے وہ تر موتی

گلے میں اس کے جس دم موتیوں کے ہار ہوتے ہیں
چمن کے گل سب اس کے وصف میں موتی پروتے ہیں

نہ تنہا رشک سے قطرات شبنم دل میں روتے ہیں
فلک پر دیکھ کر تارے بھی اپنا ہوش کھوتے ہیں
پہن کر جس گھڑی بیٹھے ہے وہ رشکِ قمر موتی

وہ زیور موتیوں کا واہ اور کچھ تن وہ موتی سا
پھر اس پر موتیا کے ہار بازو بند اور گجرا
سراپا زیب و زینت ہیں وہ عالم دیکھ کر اس کا
جو کہتا ہوں ارے ظالم تک اپنا نام تو بتلا
تو ہنس کر مجھ سے یوں کہتی ہے وہ جادو نظر موتی

کڑے پا زیب توڑے جس گھڑی آپس میں لڑتے ہیں
تو ہر جھنکار میں کس کس طرح باہم جھگڑتے ہیں
کسی دل سے بگڑتے ہیں کسی کے جی پہ اڑتے ہیں
کڑے سونے کے کیا موتی بھی اس کی پاؤں پڑتے ہیں
اگر باور نہیں دیکھو ہیں اس کی کفش پر موتی

خفا ہو ان دنوں کچھ روٹھ بیٹھی ہے جو ہم سے دو
تو اس کے غم میں جو ہم پر گزرتا ہے سو مت پوچھو

چلے آتے ہیں آنسو دل پڑا ہے ہجر میں غش ہو
جلد ۴
وہ دریا موتیوں کا ہم سے روٹھا ہو تو پھر یا رو
بھلا کیوں کر نہ برساوے ہماری چشم تر موتی

شفق میں اتفاقاً جیسے سورج ڈوب کر نکلے
ویا ابرِ گلابی میں کہیں بجلی چمک جائے
بیاں ہو کس طرح سے آہ اس عالم کو کیا کہئے
تبسّم کی جھلک میں یوں جھمک جاتے ہیں دانت اس کے
کسی کے یک بیک جس طور جاتے ہیں بکھر موتی

ہمیں کیوں کر میسر ہیں ادوں سے بوسوں کے نہ ہوں لینے
جڑاؤ موتیوں کے اس غزل پر وار لیے گہنے
سخن کی کچھ جو اس کے دل میں ہو الفت لگی رہنے
نظیرؔ اس ریختہ کو سن وہ ہنس کر یوں لگی کہنے
اگر ہوتے تو میں دیتی تجھے اک تھال بھر موتی

نظیرؔ

۲۰- شوخ چنچل

جلالؔ

نظر آیا مجھے اک شوخ ایسا نازنیں چنچل کہ جس کی دیکھ کر سج دھج مرا دل ہو گیا بیکل
ادا بھی چلبلی اور آن میں بھی کچھ عجب چھلبل فسوں گر انکھڑیاں ظالم کی او جس پہ لگا کاجل
کبھی نظریں لڑا لے اور کبھی مکھڑے پہ لے آنچل پڑا دُر کان میں یا جھمکے گلے میں سج رہی ہیکل

نگارے گلعذارے نو بہارے ناز پیرائے
دلارائے پری شکلے بتے شوخے دل آرائے

۲۱- شوخیٔ رفتار

نظیرؔ

عجب چال سے وہ چلی نازنیں کہ مستی میں پاؤں کہیں کا کہیں
بندھا سر پہ جوڑا پڑی زرد شال کمر کی لچک اور مٹک کی وہ چال
چلی واں سے دامن اٹھاتی ہوئی کڑے سے کڑے کو بجاتی ہوئی

عجب ایک عالم تھا بے ساختہ
کہ عالم کا تھا اس سے دل باختہ

جلد۲

۲۲۔ چھپک

آئی تھی اک حور مجھے دیکھ ہٹ گئی
دانتوں کے نیچے داب زباں چٹ پلٹ گئی
آہٹ کو میری تاڑ کے چوکھٹ سے جھٹ اچک
جھٹ پٹ وہ ہٹ کواڑ کے پٹ سے چمٹ گئی

نظیر

۲۳۔ اِدھر آؤ پھول والے

یہ صدا کسی کی سُن کر کہ یہ ہار بیچ ڈالے — وہ کھڑے پکارتے ہیں ادھر آؤ پھول والے
وہ زمانہ کم سنی کا وہ بناؤ سادگی کا — کہ پڑے ہیں کانوں میں بھی ابھی سادے بالے
وہ ہی رنگ ارغوانی وہ اٹھان پر جوانی — وہ شریر چتونیں ہیں کہ ہیں ہیں جی کے لالے
وہ ادا ادا میں مستی وہ حیا حیا میں شوخی — وہ نظر نظر میں جادو جو چاہے سو جگا لے
وہ متانت اور تمکین وہ لبان کی کتنی شیریں — مہ نو میں بال آئے جو بل بروؤں میں ڈالے
وہ مژہ کہ تیر آفت وہ نگاہیں اک قیامت — جو ادا ہے وہ نئی ہے جو چلن ہیں وہ نرالے

مجھے کر نہ دیں پریشاں کہیں بکھری بکھری گیسو — مرے دل کے ہوں نہ گاہک مرے دل لبھانے والے
یہی رازدارِ دل ہیں یہی پردہ دارِ دل ہیں — جنھیں چلمنوں سے دیکھا ابھی ہم نے تکنے والے جلد ۴
نہ تو شوقِ دلربائی نہ تو ذوقِ خودنمائی — کشش ایسی حسن کی ہے کہ کھنچے ہیں کھنچنے والے
کوئی شیخ مبتلا ہے کوئی برہمن فدا ہے — کوئی کھینچتا ہے آہیں کوئی کر رہا ہے نالے
تری شوخیوں کے صدقے تری اس ادا کے قرباں — کہ تڑپ تڑپ گئے ہیں جو سخن کے سننے والے

مرے دل کو ہے یہ حسرت کہ وہ مستِ نازِ الفت
پھر اسی ادا سے کہہ دے ادھر آ تو پھول والی

صفدر مرزاپوری

۴۴- ایک صبح کی عبادت گزار

(ایک تصویر کا سراپا)

واہ کیا صبح کا عالم ہے خدا کی قدرت — مہرِ خاموشیِ لب اب توڑنے کو ہے خلقت
جھلملا کر وہ چھپے جاتے ہیں تارے دیکھو — پڑ گئی پھیکی وہ مہتاب کی گہری رنگت
آشیانوں میں چہکنے لگے خوش لہجہ طیور — بے زبانوں کی زباں پر بھی ہے سرِّ وحدت
سنکھ پھنکنے لگے بجنے لگے گھنٹے گھڑیال — اٹھی ہر قوم عبادت کو پھر حسبِ عادت

جلد۲

بندھ گئیں لاکھوں صفیں اس کی حضوری کے لئے

وہ سنی جانے لگی بعد ازاں قد قامت

ایسے عالم میں ہے اک معبدِ عالی کی نمود — سامنے میز کے استادہ ہے اک خوش قامت
میز کیا ہے کہ یہ اک رحل ہے قدِ آدم — ہے کھلی جس پہ کتاب ایک برائے قرأت
پڑھنے والے کا جو انداز ہے وہ کیونکر لکھا — مو قلم کی نہیں ہے اپنے قلم میں قدرت
بھولی بھالی سی ہے اک چینی کی صورت گویا — ہے فرشتہ کہ پری کہیئے کہ حورِ جنت
کس قدر کھلتا ہے اس جسم پہ یہ گون سیاہ — سینے پر جھاگ سی جھالر وہ کفوں کی حالت
گورا بھرا سادہ چہرہ تو بھبوکا سے وہ گال — جس پہ اک اور بھی معصوم پنے کی رنگت
کولوں تک آئے ہوئے اس کے سنہری وہ بال — مانگ ہے یا کہ نشانے پہ بیاضِ قدرت
پتلیاں اٹھی ہوئیں دھیان میں اوپر کی طرف — جلیں نیلم کی یہ دو تیریاں توڑ کے چھت
لعلِ رنگیں کا دو پلکا ہے ان ہونٹوں کو — اب کھلی بات کسی طرح ذرا ہو حرکت
جیسے بلور چمکتا ہوا ایسی ٹھوڑی — لمبی گردن سے صراحی کے گلے کو خجلت
چاند سا سینہ بھرا جسم جوانی کا یہ جوش — لطف آجائے اگر جھومے یہ سروِ قامت
وہاں اس وقت ہے معبود کی طاعت کا دھیان — بات کرنے کے اشارے نہ زباں میں قدرت
کہنیاں ہاتھوں کی بس رحل کے اوپر ٹیکی — انگلیاں جن کی کہ پیوستہ ہوئی ہیں ات گت

ایسی صورت پہ بھی خالق کو نہ رحم آئے گا
ایسے بندہ پہ بھی کیونکر نہ کرے گا رحمت حالیؔ

شمائلؔ

۲۵۔ نوشہ کا حمام

ہوا جب کہ داخل وہ حمام میں — عرق آگیا اس کے اندام میں
تن نازنیں نم ہوا اس کا کل — کہ جس طرح ڈوبے ہے شبنم میں گل
پرستار باندھی ہوئے لنگیاں — ملے مہر سے طاش لیکر وہاں
لگے ملنے اس گلبدن کا بدن — ہوا ڈھیر ہا آب سے وہ چمن
نہانے میں یوں تھی بدن کی دمک — برسنے میں بجلی کی جیسے چمک
لبوں پہ جو پانی پڑا سر بسر — نظر آئے جیسے دو گلبرگ تر
ہوا قطرۂ آب یوں چشم بوس — کہے تو پڑے جیسے نرگس پہ اوس
لگا ہونے ظاہر یہ اعجاز حسن — ٹپکنے لگا اس سے انداز حسن
گیا حوض میں جب شہ بے نظیر — پڑا آب میں عکس ماہ منیر
وہ گورا بدن اور بال اس کے تر — کہے تو کہ ساون کی شام و سحر

جلد۴

زمیں پر تھا ایک موجۂ نور خیز — ہوا جب وہ فوّارہ ساں آب ریز
زہرہ رو کے لے ہاتھ میں سنگ پا — کیا خادموں نے وہ آہنگ پا
ہنسا کھلکھلا کر گلِ نوبہار — لیا کھینچ پاؤں کو بے اختیار
عجب عالم اس نازنیں کا ہوا — اثر گدگدی کا جبیں پر ہوا
ہنسا اس ادا سے کہ سب ہنس پڑے — ہوئی جی سے قربان چھوٹے بڑے
دعائیں لگے دینے بے اختیار — کہا خوش رکھے تجھ کو پروردگار
کہ تیری خوشی ہی ہے سب کی خوشی — مبارک تجھے روز و شب کی خوشی
نہ آوے کبھی تیری خاطر پہ میل — چمکتا رہے یوں فلک کا سہیل
کیا غسل جب اس لطافت کے ساتھ — اٹھا کھیس لائے اسی ہاتھوں ہاتھ

نہا دھو کے نکلا وہ گُل اس طرح
کہ بدلی سے نکلے ہے مہ جس طرح

میر حسن

۲۶ — سہرا

خوش ہو اے بخت کہ ہی آج ترے سر سہرا — باندھ شہزادہ جواں بخت کے سر پر سہرا
کیا ہی اس چاند سے مکھڑے پہ بھلا لگتا ہی — ہی ترے حسنِ دل افروز کا زیور سہرا

سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے پر اے طرف کلاہ — مجھ کو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا لمبر سہرا
ناؤ بھر کر ہی پروئے گئے ہونگے موتی — ورنہ کیوں لائے ہیں کشتی میں لگا کر سہرا
سات دریا کے فراہم کئے ہونگے موتی — تب بنا ہوگا اس انداز کا گز بھر سہرا
رخ پہ دولہا کے جو گرمی سے پسینہ ٹپکا — ہے رگِ ابر گہر بار سراسر سہرا
یہ بھی اک بے ادبی تھی کہ قبا سے بڑھ جائے — رہ گیا آن کے دامن کے برابر سہرا
جی میں اترائیں نہ موتی کہ ہمیں ہیں اک چیز — چاہئے پھولوں کا بھی ایک مقرر سہرا
جبکہ اپنے میں سماویں نہ خوشی کے مارے — گوندھے پھولوں کا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا
رخ روشن کی دمک گوہر غلطاں کی چمک — کیوں نہ دکھلائے فروغ مہ و اختر سہرا
تار ریشم کا نہیں ہے یہ رگِ ابر بہار — لائے گا تاب گرانباری گوہر سہرا

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا

غالب

۲۷ - سہرا

اے جواں بخت مبارک تجھے سر پر سہرا — آج ہی یمن و سعادت کا ترے سر سہرا
آج وہ دن ہے کہ لائے درِ انجم سے فلک — کشتیِ زر میں مہ نو کی لگا کر سہرا

جلد۲

تابشِ حسن سے مانندِ شعاعِ خورشید — رخِ پُر نور پہ ہی تیرے منوّر سہرا
وہ کہے صلِّ علیٰ یہ کہے سبحان اللہ — دیکھے مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا
تابنی اور سبنے میں رہے اخلاص بہم — گوندھے سورۂ اخلاص کو پڑھ کر سہرا
دھوم ہی گلشنِ آفاق میں اس سہرے کی — گائیں مرغانِ نواسنج نہ کیون کر سہرا
روئے فرخ پہ جو ہیں تیری برستے انوار — تارِ بارش سے بنا ایک سراسر سہرا
ایک کو ایک پہ تزئیں ہی دمِ آرائش — سر پہ دستار ہی دستار کے اوپر سہرا
اک گہر بھی نہیں صدکان گہر میں چھوڑا — تیرا بنوایا ہی لے لے کے جو گوہر سہرا
پھرتی خوشبو سی ہی اترائی ہوئی بادِ بہار — اللہ اللہ رے پھولوں کا معطر سہرا
سر پہ طرّہ ہی مزیّن تو گلے میں بدھی — کنگنا ہاتھ میں زیبا ہی تو منہ پر سہرا
رونمائی میں تجھے دے مہِ خورشید فلک — کھولدے منہ کو جو تو منہ سے اُٹھا کر سہرا
کثرتِ تارِ نظر سے ہی تماشائیوں کے — دمِ نظارہ ترے روئے نکو پر سہرا
دُرِ خوش آبِ مضامیں سے بنا کر لایا — واسطے تیرے ترا ذوق ثنا گر سہرا

جس کو دعوی ہی سخن کا یہ سنا دو اس کو
دیکھ اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

ذوق

۲۸ ـ شادی کی دھوم

بڑی خواہشوں سے جب آیا وہ روز — چڑھا بیاہنے وہ مہِ شب فروز
محل سے نکل جب ہوا وہ سوار — بجے شادیانے بہم ایک بار
کوئی دوڑ گھوڑے کو لانے لگا — کوئی ہاتھیوں کو سجانے لگا
سپر اور قبضے کھڑکنے لگے — سواروں کے گھوڑے بھڑکنے لگے
ٹکورے وہ نوبت کے اور اُن کے بعد — گرجنا وہ دھونسوں کا مانند رعد
وہ رستہ جو روشن چراغاں ہوئی — پتنگے خوشی سے غزلخواں ہوئے
براتی اِدھر اور اُدھر جوق جوق — وہ آوازِ سرنا وہ آوازِ بوق
وہ ابرک کی ٹٹی وہ مینے کے جھاڑ — کہے تو کہ تنکے کے او جھل پہاڑ
دو رستہ برابر برابر وہ تخت — کسی پر کنول اور کسی پر درخت
اناروں کا دغنا پھلجھڑی کا زور — ستاروں کا چھٹنا پٹاخوں کا شور
وہ مہتاب کا چھوٹنا بار بار — ہر اک رنگ کی جس سے دونی بہار
جب آئی وہ دلہن کے گھر پر برات — کہوں واں کے عالم کی کیا تجھ سے بات
بلوریں دھرے شمعداں بے شمار — چڑھیں بتیاں موم کی چار چار

سنہرے رنگ کے اور نئے طور کے — دھرے ہر طرف جھاڑ بلور کے
تماشائیوں کی یہ کثرت کہ بس — ملے ایک سے ایک سب پیش و پس جلو میں
وہ دولہا کا مسند پہ جا بیٹھنا — برابر رفیقوں کا آ بیٹھنا
ہوا جب نکاح اور بٹے ہار پان — پلا سب کو شربت دیئے ہار پان
وہ سب ہو چکے جب کہ رسم و رسوم — سواری کی ہونے لگی پھر تو دھوم
سحر کا وہ ہونا وہ تڑکے کا وقت — وہ دُلہن کی رخصت وہ رونے کا وقت
وہ دُلہن کا رو رو کے ہونا جُدا — وہ ماں باپ کا اور رونا جُدا
نکلتے وہ جانا محل سے جہیز — کہ جوں چشم سے اشک ہو موج خیز
یہاں موت ہے اہل عرفان کو — کہ جانا ہے اک دن یونہی جان کو

وہ جو دردمندی سے ہیں آشنا
وہ شادی کا لیتے ہیں غم سے مزا

میر حسن

۲۹- جُلوس

زبس تھا سواری کا باہر ہجوم — ہوا جبکہ ڈنکا پڑی سب میں دھوم
برابر برابر کھڑے تھے سوار — ہزاروں ہی تھیں ہاتھیوں کی قطار

جلوس

سنہری روپہلی وہ عماریاں شب و روز کی سی طرحداریاں
چمکتے ہوئے بادلے کے نشاں سواروں کی غوث اور بانوں کی نشاں
ہزاروں ہی اطراف میں پالکی جھلابور کی جگمگی نالکی
کہاروں کی زربفت کی کرتیاں اور ان کے دبی پاؤں کی پھرتیاں
بندھی پگڑیاں طاش کے سر اوپر چکاچوند میں جس سے آوے نظر
وہ ہاتھوں میں سونے کے موٹے کڑے جھلک جن کی ہر ہر قدم پر پڑے
وہ ماہی مراتب وہ تختِ رواں وہ نوبت کہ دولہا کا جیسے سماں
وہ شہنائیوں کی صدا خوشنما سہانی وہ نوبت کی دھیمی صدا
وہ آہستہ گھوڑوں پہ نقارچی قدم با قدم بالباسِ زری
بجاتے ہوئے شادیانے تمام چلے آگے آگے سے لے شادکام
سوار اور پیادے صغیر و کبیر جلو میں تمامی امیر و وزیر
وہ نذریں کہ جس جس نے تھیں ٹھانیاں شہ و شاہزادے کو گزرانیاں
ہوئے حکم سے شاہ کے پھر سوار چلے سب قرینے سے باندھی قطار
سجے اور سجائے سبھی خاص و عام لباسِ زری میں ملبس تمام
طرق کے طرق اور پرے کے پرے کچھ ادھر ادھر کچھ ورے کچھ پرے

جلد۲

وہ فیلوں کی اور میگ ڈمبر کی شان
چھلکتے وہ مُغیش کے سائبان

چلے پایۂ تخت ہو کے قریب
بدستور شاہانہ نپتی جریب

سواری کے آگے بڑا اہتمام
لیے سونے رُوپے کے عاصے تمام

نقیب اور جلودار اور چوبدار
یہ آپس میں کہتے تھے ہردم پکار

اسی اپنے معمول و دستور سے
ادب سے تفاوت سے اور دور سے

بلا نوجوانوں بڑھے جائیو
دو جانب سے باگیں لیے آئیو

بڑھی جائے آگے سے چلتے قدم
بڑھے عمر و دولت قدم با قدم

غرض اس طرح سے سواری چلی
کہے تو کہ بادِ بہاری چلی

تماشائیوں کا جدا تھا ہجوم
کہ ہر طرف تھی لاکھ عالم کی دُھوم

لگا قلعہ سے شہر کی حد تلک
دکانوں پہ تھی بادلے کی جھلک

کیا تھا زبس شہر آئینہ بند
ہوا چوک کا لطف واں چار چند

رعیت کی کثرت ہجوم سپاہ
گزرتی تھی رُک رُک کے ہر جایگاہ

ہوئے جمع کوٹھوں پہ جو مرد و زن
ہر اک سطح تھی جو زمینِ چمن

لگا شیخ سے تا نحیف و ضعیف
تماشے کو نکلے وضیع و شریف

نظر جس کو آیا وہ ماہِ تمام
کیا اس نے جھک جھک کے اس کو سلام

دعا شاہ کو دی کہ بار الٰہ
سدا یہ سلامت رہے مہر و ماہ

میر حسن

۳۰۔ شادی کی دھوم

وہ جیغہ وہ سرپیچ جوہر نگار — عدو کو یہ اختر ہو دنبالہ دار
نہ الماس کے تکمہ کا ہے ظہور — گرہ ہو رہا ہے تجلی کا نور
وہ بازو پہ کیا نورتن جلوہ گر — کئی رنگ کے پھول اک شاخ پر
کمر بند میں تکمہ لعل ناب — شفق رنگ نصف النہار آفتاب
دلوں میں ہیں یہ کس کی شادی کے چاؤ — کہ ہو شاہدانِ چمن کا بناؤ
رکھ آئینہ آب کو روبرو — سنورتا ہے سرو لبِ آبجو
ہر اک سو عجب ہیں خوش اندازیاں — حلے سازیاں حسلہ پردازیاں
ہر اک برج پر روشنی کا عروج — زمیں آسماں وار ذات البروج
فلک پر تھی وہ دیچراغاں کو راہ — لگا لینے کاجل سکورے پہ ماہ
مچا شادیانوں کا غل تا فلک — گئے بھول تسبیح خوانی ملک

جلد۴

یہ ہر ایک شہنا سے آئی صدا — کہ تجھ کو مبارک یہ شادی شہا
کرے فیض کا تجھ سے وہ اکتساب — کہ نوشہ ہے مہ اور تو آفتاب
رہے ساز تا دست ناہید میں — شباہت ہے تا جام خورشید میں

تری بزم میں جام ہو روز و شب
مے عیش اور نغمہ ہائے طرب

ممنون

اس شادی کی دھوم

ہے جہاں کہیں تماشا گاہ — آصف الدولہ کا رچا ہے بیاہ
نئے سر سے جواں ہوا ہے جہاں — عیش و عشرت کے محو خورد و کلاں
ہر طرف شہر میں ہے آرائش — رہ گزراں کی نہیں ہے گنجائش
ماہ سے ماہتاب کی ہے طرح — کس سے ہو لطف روشنی کی شرح
شب شادی کی دھوم کیا بات — روز روشن تھی روشنی سے رات
دو طرف چھوٹتے جو ملنے لگے انار — راہ دو رستے ہوئے ہیں باغ و بہار
کیا ستاروں کا چھوٹنا کہیے — آسماں کی طرف ہی تک رہیے

جلو

کاغذیں باغ کیا تماشا ہے
پھول کترائے گل تراشا ہے

ہے سواری کے فیل کی وہ دھوم — جیسے ابر بہار آوے جھوم
آئے دولت سرا سے ہو کے سوار — لعل ناب و گہر ہیں صرف نثار
اک مہابت کے ساتھ فیل نشاں — آگے مانند کوہ زر کے رواں
اور ہاتھی ہیں جھومتے جاتے — جیسے آویں جوان مدماتے
پلٹنیں جاتی ہیں برابر یوں — صف ہو مژگان دلبروں کی جوں
یال بستہ رکاب میں ہیں تنگ — جن کے دیکھے کمیت چرخ ہی دنگ
خوش سواری خوش جلو خوش راہ — باگ اٹھ چکے تو پھر نہ ٹھیرے نگاہ
گردنوں میں پڑیں حمائل گل — ہے جلو میں بصد شمائل گل
ہیں یہ پریزاد چھیڑے اڑ جاویں — آنکھ پھیرو تو کل سے مڑ جاویں
نوبتی اب طبیعتوں کو رجھاؤ — چل سواری کا ٹک اصول بجاؤ
چوب نقارے پر لگا اس ڈھب — کہ رکھیں گوش اس صدا پر سب
ایک دو دن بجائے جاؤ یونہیں — دل کش آواز گائے جاؤ یونہیں
پھینکتے ہیں جو دستہ دستہ گل — رہ گزر میں ہو رستہ رستہ گل

ہو مبارک یہ جشن خوش انجام
دور گردوں بکام عیش مدام

جلد۴

میر

۳۲- جلوس

چل سواری کا سیر بھی ہے بڑا / ایک عالم ہے دونوں رستے کھڑا
چل زربفت پوش فیل نشاں / کوہ زر سا ہے پیش پیش رواں
گل کی پاکھر پڑی ہوئی یک بار / ہاتھی آیا برنگ ابر بہار
زری پوشوں کا پیش و پس انبوہ / اللہ اللہ رے ان کی شان شکوہ
قور میں کتنے سونے کے سے پہاڑ / آگے روپے کی روشنی کے جھاڑ
موتی کرتے تھے ہر طرف سے نثار / تھا مگر فیل ابرِ گوہر بار
ہیں جلو میں زمینیاں حاضر / جاہ کے آسمانیاں ناظر
عمدہ سب ساتھ ہیں وزیر سمیت / شاعراں مدح خواں میر سمیت
تازی ترکی عراقی و عربی / کوتل آگے تھے خوش جلو میں سبھی
رہن رکھ لو جہاں کہ منہ کے نرم / چھیڑے بادِ سموم سے ہوں گرم

جلیلؔ

روشنی بھی ہے کوئی ہنگامہ | سیر میں گرم ہوگیا جامہ
شمعیں لاکھوں کنول میں ہیں روشن | زور پھولا ہے کاغذیں گلشن
تو میں کیا ڈھالیں ہیں ستاروں کی | کھوئی رونق فلک کے تاروں کی
چھوٹتے ہیں انار و مہتابی | رنگ ہیں دلبروں کے مہتابی

ماہ بھی چشم روشنی کے لئے
ہے چراغاں ستارگاں سے کئے

میرؔ

۳۳۔ بہار آتش بازی

اندھیرا گیا غرب میں شام کا | ہوا دور اب بدر کے جام کا
وہ مہتاب سے پھول جھڑنے لگے | زبر جد پہ الماس جڑنے لگے
شب ماہ جلوہ دکھانے لگی | زمانے پہ حیرت سی چھانے لگی
لب جو نظر آئی ایک بارگاہ | فلک قدر کیواں حشم عرش جاہ
منقش سرا پردۂ سبز فام | جواہر نگار و مطلا تمام
لب جو ہی سرو چراغاں کا باغ | کنارے کنارے منور چراغ

جلد۲

فروزاں ہیں مہتابیاں اس قدر — کہ غالب ہے نوراں کا مہتاب پر
وہ لہروں میں عکس تجلّی کی ضو — لرزتی ہوئی وہ چراغوں کی لو
ہوائی کا گردوں پہ وہ چھوٹنا — کرن کا وہ مہتاب کی پھوٹنا
وہ چرخی کا چرخ اور بانوں کا توڑ — وہ جھاڑوں کا چکر وہ دریا کا موڑ
وہ ستھہ پھول فرشی وہ فرشی انار — وہ ہر رنگ کی پھلجھڑی کی بہار
یہ سب فرش پاکیزہ پر خندہ زن — کھلے چاندنی پر چمن کے چمن
مسالا بھرا ان میں وہ گلفشاں — دھوئیں کا نہیں نام کو بھی نشاں
ابھی تک چمکتے ہیں گل جا بجا — ذرا بھی نہ چادر کو دھبّہ لگا
غبارے وہ ڈوبے ہوئے سربسر — ستارے بنے دیکھئے چرخ پر

پری زاد و گل چہر و رشک حور
ادب سے کھڑے ہیں قریب اور دور

بے نظیر

۳۴ — چراغاں

عجب ڈھب سے کی روشنی صد عجب — کہ دیں چھوڑ ناویں دیئے بھر کے سب
جدا ہوویں تو غنچہ غنچہ چراغ — ملے جیسے عاشق کی چھاتی کے داغ

ورے روشنی شعلہ انگیز نار — پرے سطح پانی کا آئینہ وار
ہوئیں کشتیاں کچھ ورے سے پرے — چراغوں سے موجوں کے کوچے بھرے
حبابوں میں تھی جو چراغوں کی تاب — حبابی تھا آئینہ سب سطح آب
نمودار چرخ پر انجم تھی شب — دیوں سے وہ پھیلا وہ پانی کا شب

غرض روشنی کی عجب کچھ تھی لاگ
لگا دی ہے گویا کہ پانی میں آگ

میرؔ

۳۵۔ بہار روشنی

روشن الدولہ نے کی تھی روشنی — کب ہوئی تھی لیکن ایسی روشنی
وہ چراغاں گرچہ تھے درگاہ تک — تھے تماشائی گدا کو شاہ تک
راہ میں ٹٹر پو لئے مینار تھے — روشنی سے کوچہ و بازار تھے
ایک عالم دیکھتا تھا دور سے — رات دن تھی روشنی کے نور سے
اب تو ہفت اقلیم کا عالم ہے یاں — دیکھو تو ہر جنس کا آدم ہے یاں
کیسی کیسی دیکھیں شکلیں تازیاں — سحر کرتے تھے کہ صورت بازیاں

ہاتھی آئے کوہ پیکر کیا بنے ‏ ‏ ‏ ‏ جیسے مدھ ماتے جواں ہوں اُمنڈنے

ٹٹیاں دریا کے باندھیں دو طرف ‏ ‏ ‏ ‏ کیا چراغاں آسماں کی ہو طرف

تھا جہاں تک آبِ دریا کا بہاؤ ‏ ‏ ‏ ‏ واں تلک تھا اس چراغاں کا دکھاؤ

ان دیوں کے عکس سے دریا کا آب ‏ ‏ ‏ ‏ آئینے کی سطح کی رکھتا تھا تاب

کشتیوں میں جو دیئے بھر کر چلے ‏ ‏ ‏ ‏ پانی میں شعلوں کے ریلے ہی چلے

دیکھے جاتے تھے چراغاں آب میں ‏ ‏ ‏ ‏ شعلے تھے لہروں کے پیچ و تاب میں

منعکس تھے جو چراغاں تہ تلک ‏ ‏ ‏ ‏ آب کی وسعت تھی پُر انجم فلک

گنج چھوٹے ایک سے روشن تھی جھاڑ ‏ ‏ ‏ ‏ دو طرف جس طرح سے جھڑتی ہو باڑ

اس روش سے تھے ستارے چھوٹتے ‏ ‏ ‏ ‏ ناگہاں جوں ہوویں تارے ٹوٹتے

ہر دو جانب چن گئے ناری انار ‏ ‏ ‏ ‏ گلفشانی سے انہوں کی تھی بہار

ماہتابی اک طرف سے جو دغی ‏ ‏ ‏ ‏ چاند سا نکلا ہوئے حیراں سبھی

متصل تو ہیں ستاروں کی دغیں ‏ ‏ ‏ ‏ لوگوں کی آنکھیں فلک سے جا لگیں

دیکھیاں کیا کیا نہ شعلہ خیزیاں ‏ ‏ ‏ ‏ تھی ہوا میں سے ستارہ ریزیاں

نذر کو نواب کی اہلِ فرنگ ‏ ‏ ‏ ‏ لیکے آتش بازی آئے رنگ رنگ

داغیاں تو ہیں ہوائی ایک بار ‏ ‏ ‏ ‏ پھیلے تارے آسماں میں بے شمار

جلد۲

عرصہ گلریزی سے گلشن ہو گیا چرخ ان تاروں سے روشن ہو گیا

گرم کچھ ہنگامہ یہ بھی کم نہ تھا
اس روش کی دھوم کا اودھم نہ تھا

میر

۳۶۔ آرائش ایوان

اسی طرح وہ سب کے سب آن میں ہوئے جلوہ گر آ کے ایوان میں
غرض دیکھتا بھالتا ہر مکاں سرِ بام پہنچا وہ شاہِ جہاں
تو دیکھا کہ وہ صاف ہے اس قدر نگاہیں پھسلتی ہیں دیوار پر
کنول جھاڑ فانوس ہانڈی گلاس ہر اک وضع کے آئینے بے قیاس
لگے ہیں قرینے سے سب جابجا جناں کی طرح سارا کمرہ سجا
چڑھی ہیں بتیاں مشک و کافور کی تجلّی ہر اک شمع میں نور کی
منبت منقش در و بام سب مہیّا ہر اک سازِ عیش و طرب
جو شہ کو پسند آ گیا وہ مکاں اسی جا کیا خاصہ بھی نوش جاں
وہیں دیر تک گرم صحبت رہی بہم رسم و حرف و حکایت رہی

فراغت ہوئی جشن راحت سے جب
زرا دیر کو سو رہے سب کے سب

جلد ۱۴

بے نظیر

۳۷۔ خوابگاہ

وہ پھولوں کی خوشبو وہ ستھرا پلنگ جوانی کی نیند اور وہ سونے کا رنگ
سراسر وہ پردے زری باف کے کہ تھے رشک آئینہ صاف کے
کھنچی چادر اک اس پہ شبنم کی صاف کہ ہو چاندنی جس صفا کا غلاف
کسے اس پہ کس نے وہ نقش کے کہ جھبوں میں تھے جن کے موتی ٹکے
دھرے اس پہ تکیے کئی نرم نرم
کہ مخمل کو ہو جس کے دیکھے سے شرم

میر حسن

۳۸۔ عروس

پرستاروں نے یہ اُس کو بنایا جہاں میں حورِ جنت کر دکھایا
عجب صورت سے کی بالوں میں کنگھی کہ بکھرا دیکھ کر ہر ایک کا جی

لپٹ آئی جو یوں زلفوں کی یکبار — ہوئی کافور بوئے مشکِ تاتار
جلد ۱ کھجوری گوندھی وہ پاکیزہ چوٹی — کہ سب اہلِ نظر کی جان لوٹی
جب اس کی موتیوں سے مانگ بھر دی — فلک نے کہکشاں قربان کر دی
جو ٹیکا اس کے ماتھے پر لگایا — قمر نے اپنے دل پر داغ کھایا
برنگِ مہرِ تاباں تھا جو چہرہ — ہوا تارِ شعاعی منہ پہ سہرہ
وہ آنکھیں بند کرنا بھی ادا تھی — چقِ مژگاں میں پوشیدہ حیا تھی
جب اس کے کان میں پہنایا جھمکا — پریشاں ہو گیا عقدِ ثریّا
پہنکر نتھ خوشی سے رنگ دمکا — وہ مکھڑا چاند سا گھونگھٹ میں چمکا
مسی آلودہ دنداں پیارے پیارے — چمکتے تھے شبِ یلدا میں تارے
مسی ملکر جب اس نے پان کھایا — یہ مطلع پڑھ کے ناسخ کا سنایا
مسی مالیدہ لب پر رنگِ پان ہے — تماشہ ہے تہِ آتش دھواں ہے،
بنایا خال کاجل سے ذقن پر — عجب جوبن تھا اس رشکِ قمر پر
چڑھی منہ پر دلہن کے ایسی شیریں — کہ پھیکی پڑ گئی نظروں میں شیریں
گلے میں پہنا جب موتی کا مالا — بنات النعش کو حیرت میں ڈالا
اگر ہاتھوں میں ہیرے کے کڑے تھے — زرِ خالص کے زیبِ پا چھڑے تھے

ت اس کے سوا بھی اور گہنا
سب جس جگہ تھا اس نے پہنا

جلد ۴

میر حسن

۳۹۔ عروسِ خواب

سو گیا بالش پہ سر رکھ کر وہ م فکرِ سخن — ناگہاں آئی نظر اک لعبتِ سیمیں بدن
الجھے سلجھے بال مستانہ ادا متوالی چال — تیکھی چتون۔ گورے گورے گال چھوٹا سا دہن
ننھی ننھی انگلیاں۔ پتلی کمر۔ بوٹا سا قد — اس پہ سوہے میں سہاگہ جامۂ نسری کی پھبن
گوری گوری ساق جیسے پیاری پیاری پُڑیاں — قد چھریرا جسم سانچے میں ڈھلا نازک بدن
ننھے ننھے دانت۔ کلیاں موتیا کی خوشنما — پتلے پتلے نرم و نازک ہونٹ برگِ یاسمن
تھے لبِ رنگیں پہ مسّی کی اُداہٹ کے نشاں — اودے اودے فالسوں کا تھا شگفتہ اک چمن
دوش پر زرکش ردا۔ چہرے پہ زرینہ نقاب — سیم قامت سیمبر سیمیں بدن سیمیں ذقن
لب میں تھی جاں پروری آنکھوں میں سحرِ سامری — قد میں تھی فتنہ گری رفتار میں تھا بانکپن
رخ کے افشاں کا عجب عالم تحیر خیز تھا — دن میں آتی تھی نظر تاروں بھری اک انجمن
دستِ قدرت نے بنائی تھی عجب زلفِ سیاہ — کس دیا گویا کسوٹی پر تھا کندن سا بدن

گورے گوری ہاتھوں میں تھیں دھانی چوڑیاں | پیارے پیارے بازوؤں میں ہلکی ہلکی نورتن
جلد ۱ بھینی بھینی بس کہ آتی تھی تنِ نازک سے بو | صانعِ قدرت نے صندل کا بنایا تھا بدن
کیا کہوں اس نازنیں کا عالمِ حسنِ شباب | پھوٹ نکلی تھی جوانی بن کے سورج کی کرن
اک نمونہ تھی یدِ قدرت کا کافر الغرض | بھولی بھولی شکل تھی اور گورا گورا تھا بدن

جب نظر اس دھج سے آئی وہ عروسِ مہ لقا
لے گئی دل کو اڑا کر صاف گھونگھٹ کی پھبن

سرور جہاں آبادی

۴۰۔ مفلس کے گھر شادی

مفلس جو بیاہ بیٹی کا کرتا ہے بول بول | پیسا کہاں ہے جو جا کے وہ لاوے جہیز مول
جورو کا وہ گلا ہے کہ ہو جیسے پھوٹا ڈھول | گھر کی حلال خوری تلک کرتی ہے ٹھٹھول
ہیبت تمام اس کی اٹھاتی ہے مفلسی

بیٹے کا بیاہ ہو تو نہ بھائی نہ ساتھی ہے | نے روشنی نہ باجے کی آواز آتی ہے
ماں پیچھے ایک میلی چادر اوڑھی جاتی ہے | بیٹا بنا ہے دولہ تو باوا براتی ہے
مفلس کی یہ برات چڑھاتی ہے مفلسی

گر بیاہ کر چلا ہی سحر کو تو یہ بلا   شہد از نا ہیجڑا اور بھاٹ منڈ چڑا
گھیرے ہوئے اسے چلے جاتی ہیں جا بجا   وہ آگے آگے لڑتا ہوا جاتا ہے چلا جلد۴

اور پیچھے تھپڑیوں کو بجاتی ہے مفلسی

دروازے پر زنانے بجاتے ہیں تالیاں   اور گھر میں بیٹھی ڈومنی دیتی ہیں گالیاں
مالن گلے کی ہار ہو دوڑے لے ڈالیاں   سقہ کھڑا سناتا ہی باتیں رذالیاں

یہ خواری یہ خرابی دکھاتی ہی مفلسی

نظیر

۱۴۔ غریب بی بی

ایک مشفق ہیں ہمارے مہرباں   خوبصورت خوب سیرت نوجواں
ناگہاں اک روز ہم سے مل گئے   دیکھتے ہی شکل جوں گل کھل گئے
جب ہوئے آپس میں ہم اور وہ دوچار   آہ نکلی دل سے اک بے اختیار
دیکھتا کیا ہوں کہ عالم اور ہی   گرد رخساروں کے خط کا دور ہی
چہرہ مسوں سے ہی سارا بدنما   رنگ منہ کا اڑ گیا جیسے ہما
ہو گیا اک مرتبہ ہی سبز رنگ   جیسے آئینے کو کھا جاتا ہی زنگ

تب کہا میں یار یہ کیا ہے بلا — کہنے لاگا ذکر اس کا مت چلا

چپ ہی بہتر ہے کچھ اس مذکور سے — سنئے آوازہ ڈہل کو دور سے — جلد۱

بیاہ کے کرنے سے ہوتی ہے خوشی — میں نے دیکھا تو یہ ہے مردم کشی

جب تلک اک عالم تجرید تھا — ہم کو جو دن تھا سو روز عید تھا

کتخدائی کا ہے جب سے اتفاق — زندگانی ہو گئی ہے جی پہ شاق

دوست دشمن کا نہیں کچھ اس میں دوس — آسماں سے پڑ گئی ہے مجھ پہ اوس

اپنی صورت کا تو اتنا غم نہیں — پر یہ صورت ہے تو اکدم کم نہیں

جو کوئی آٹھوں پہر غمناک ہو — شکل و صورت اس کی پھر کیا خاک ہو

آہ کیا جانے وہ کیسی تھی گھڑی — جس گھڑی مجھ پر مصیبت یہ پڑی

بیاہ کی تھی رات مجھ پہ یوں کٹھن — چاند کو لگتا ہے جیسے کہ گہن

جب سے ہوں میں اس بلا میں مبتلا — رات اور دن ہے مری یہ ہی دعا

یہ تو جلدی سے کہیں یا رب مرے — ایسا تیسا ہو جو بیاہ اب پھر کرے

سن چکا جب اس سے میں یہ ماجرا — ہو چکا قصے سے اس کے آشنا

تب کہا میں عقل سے یہ دور ہے — کونسا اے یار یہ مذکور ہے

جب سے دنیا میں ہے انساں کی سرشت — کوئی روئے خوب ہے اور کوئی زشت

جلد؟

ماٹی کی مورت بناوے ہے کمہار — کوئی بدصورت کوئی ہے تاجدار
بس ہے کیا لازم کہ صورت خوب ہو — آدمی جو ہو سو اک محبوب ہو
جس کو جیسا کچھ بنایا بن گیا — شکل انساں میں جو آیا بن گیا
دیکھ بدصورت کو مت ہنس کھلکھلا — اس میں ہو جاتا ہے صانع کا گلا
جس کو دیکھا ہم نے سو معیوب ہے — فارغ اس سے اک وہی محبوب ہے
گنج خوبی مار سے خالی نہیں — دامنِ گل خار سے خالی نہیں
چاند کو کیسا دیا حق نے شرف — لگ گیا ہے ساتھ اس کے بھی کلف
صورت اور سیرت کا باہم اتفاق — ایسا ہوتا ہے بہت کم اتفاق
خوب رو اکثر ہیں اپنے مہرباں — لیک بدباطن ہیں اور وہ بدگماں
آشنا سیرت سے ہو جیسے میری جاں — صورتِ ظاہر تو ہے یہ کوئی آں
کر اسی سے تو قیاس اے میرے یار — کوئی دن بھی آہ تجھ پر کیا بہار
اب ترا وہ رنگ و روغن ہے کہاں — وہ تری صورت وہ جوبن ہے کہاں
کیجئے صورت کا بس کیا اعتبار — کوئی دن ہے یہ بھی جوں فصلِ بہار
آدمی کو چاہیئے وارستگی — صورتِ فانی سے کیا دلبستگی
زندگانی کا نہ ہو جب اعتبار — شکل و صورت کا تو ہے کیا اعتبار

جلد ۱

۴۲ - خادمہ

اتنے میں گھر سے نکلی اک عورت — سانولا رنگ چلبلی صورت
لال نیفا ازاربند بڑا — لچھا اک کنجیوں کا اس میں پڑا
کھیلتی ہنستی کھلکھلاتی ہوئی — آنکھ ایک ایک سے ملاتی ہوئی
آنکھ ایک ایک پر گھلاوٹ کی — بات ایک ایک سے لگاوٹ کی
حسن کے دن جوانی زوروں پہ — رات کی باسی مہندی پوروں پہ

یہاں ٹھیری کبھی وہاں ٹھیری
دو دو منہ ہنس لئے جہاں ٹھیری

مرزا شوق

۴۳ - ماما

اتنے میں آدمی نے دی یہ خبر — اک سواری کھڑی ہے ڈیوڑھی پہ
آئی ماما بھی ایک ہی ہمراہ — کتنی چالاک ہے خدا کی پناہ
پوچھتی آئی ہے یہاں تک گھر — ہاتھ رکھے کھڑی ہے کوٹھے پر

اپنے سایہ سے بھی بھڑکتی ہے — بوٹی بوٹی پھڑی پھڑکتی ہے

شرم ہے آنکھ میں نہ دل میں خطر — پھبتیاں کہہ رہی ہے اک اک پر جلد ۴

ہنسی ٹھٹھا جگت ضلع میں طاق — چل رہی ہے زباں تڑاق پڑاق

کھڑی اک اک کا منہ چڑاتی ہے — ہنسے دیتی ہے لوٹی جاتی ہے

چوٹی لپٹی ہے پاسی ہاروں سے — لڑ رہی ہیں جگت کہاروں سے

راستے والے جو گزرتے ہیں
سن کے کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں

مرزا شوق

۴۴۔ عیدگاہ اکبرآباد

ہے دھوم آج مدرسہ و خانقاہ میں — تانتے بندھے ہیں مسجد جامع کی راہ میں

گلشن سے کھل رہے ہیں ہر اک کج کلاہ میں — سو سو چمن جھمکتے ہیں اک اک نگاہ میں

کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں

جھمکا ہے ہر طرف کو جو بادلا زری — پوشاک میں جھمکتے ہیں سب تن فدی ڈسی

گلرو چمکتے پھرتے ہیں چوں ماہ و مشتری — ہے سب کے عید عید کی دل میں خوشی بھری

کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں

آتے ہیں گھر سے اپنے جو بن بن کے کج کلاہ — صحنِ چمن ہے جھلتی ہی سب صحنِ عیدگاہ
چھاتی سے لپٹے جاتے ہیں ہنس ہنس کے خواہ مخواہ — دل باغ سب کے ہوتے ہیں فرحت سے واہ واہ

کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں

کچھ بھیڑ سی ہی بھیڑ کہ بے حد و بے شمار — خلقت کے ٹھٹھ ہیں بندھے ہر طرف ہزار
ہاتھی و گھوڑے بہل و رتھ اونٹ کی قطار — غل شور بلبلے بھولے کھلونوں کی ہے پکار

کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں

پہنے پھرے ہیں شوخ کڑے اور ہنسلیاں — پھولوں کی پگڑیوں میں ہیں شاخیں اٹس لیاں
کرتیں سبھوں نے ملنے کی خاطر ہیں کسلیاں — ملتے ہیں یوں کہ چھاتی کے کڑکے ہیں پسلیاں

کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں

آتے ہیں ملنے ملتے جو عاجز بڑی رضاں — دیتے ہیں ملنے والوں کو گھبرا کے گالیاں
تسپر بھی لپٹے جاتے ہیں چنچل گڑھ پگھیاں — دامن کے ٹکڑے اڑتے ہیں کھنچتی ہیں چولیاں

کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں

ہیں ملتے ملتے تن جو پسینوں میں تر بتر — ملنے کے ڈر سے پھرتی ہیں چھپتے ادھر ادھر
سمٹے پھرے ہیں لوگ بھی جاتے ہیں وہ جدھر — ٹھٹھا ہنسی وہ سیر تماشے جدھر تدھر

کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عید گاہ میں

ہیں کرتے وصل شہر کے سب خورد اور کبیر — ادنیٰ غریب امیر سے لے شاہ تا وزیر جلد ۴
ہر دم گلے لپٹ کے مرے یار دل پذیر — ہنس ہنس کے مجھ سے کہتا ہے یوں کیوں میاں نظیر
کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عید گاہ میں

نظیر

۴۵۔ عید کی دھوم

شفق میں سر بام چرخ کہن — ابھی جگمگاتی ہے کچھ کچھ کرن
بسیروں کو جانے لگے وہ طیور — اندھیرا ابھی چھانے لگا دور دور
کھڑے ہیں وہ کوٹھوں پہ ارباب دیں — لگائے ہوئے آنکھ پر دور بیں
افق کی طرف غور سے بار بار — نظر کر رہا ہے ہر اک روزہ دار
چڑھے تھے فصیلوں پہ جو اہل صوم — پکارے خلائق کو وہ فخر قوم
مبارک ہو اے طالبان وصال — دکھاتا ہے وہ تیغ ابرو ہلال
یہ سن کر ہوئے شاد پیر و جواں — مسرت کا ہر سمت چھایا سماں
مہ نو ہوا جلوہ گر دہر میں — وہ بجنے لگیں نوبتیں شہر میں

جلالؔ

سلامی کی آواز آنے لگی — شہانے کی دھن کیا رجھانے لگی
ہوا افطار کی ہر طرف دھوم دھام — اذانوں سے گونج اٹھی بستی تمام
مہِ نو کی خاطر بہت دیر تک — بچھائے رہا سرخ اطلس فلک
دکانوں پہ وہ لمپ جلنے لگے — ستارے بھی دو اک نکلنے لگے
مہِ نو کی کشتی پہ ہو کر سوار — اترنے لگی شام قلزم کے پار
فریضے سے فارغ ہوئے پاکباز — اٹھانے لگا چرخ بھی جانماز
مساجد سے گھر کو چلے خاص و عام — مہِ نو نے جھک کر کیا وہ سلام
وہ پہنچے مکاں پر صغار و کبار — وہ کھا پی کے فارغ ہوئے روزہ دار

علی قدر حیثیت اہلِ دول
سجانے لگے اپنے اپنے محل

بے نظیر

۴۶ ۔ عید الفطر

ہے عابدوں کو طاعت و تجرید کی خوشی — اور زاہدوں کو زہد کی تمہید کی خوشی
رند عاشقوں کو ہے کئی امید کی خوشی — کچھ دلبروں کے وصل کی کچھ دید کی خوشی

جلد۴

ایسی نہ شب برات نہ بقرعید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

روزے کی خشکیوں سے جو ہیں زرد زرد گال
خوش ہو گئے وہ دیکھتے ہی عید کا ہلال
پوشاکیں تن میں زرد سنہری سفید لال
دل کیا کہ ہنس رہا ہے پڑا تن کا بال بال

ایسی نہ شب برات نہ بقرعید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

پچھلے پہر سے اٹھ کے نہانے کی دھوم ہے
شیر و شکر سویاں پکانے کی دھوم ہے
پیر و جواں کو نعمتیں کھانے کی دھوم ہے
لڑکوں کو عید گاہ کے جانے کی دھوم ہے

ایسی نہ شب برات نہ بقرعید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

محبوب دلبروں سے ہے جن کی لگی لگن
ان کے گلے سے آن لگا ہے جو گلبدن
سو سو طرح کے چاؤ سے مل مل کے تن سے تن
کہتے ہیں تم کو عید مبارک ہو جان من

ایسی نہ شب برات نہ بقرعید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

کیا ہی معانقے کی مچی ہے اُلٹ پلٹ — ملتے ہیں دوڑ دوڑ کے باہم جھپٹ جھپٹ
پھرتے ہیں دلبروں کے بھی گلیوں میں غٹ کے غٹ — عاشق مزے اڑاتے ہیں ہر دم لپٹ لپٹ

ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر اک کے دل میں ہے اس عید کی خوشی

روزے کی سختیوں میں نہ ہوتے اگر اسیر — تو ایسی عید کی نہ خوشی ہوتی دلپذیر
سب شاد ہیں گدا سے لگا شاہ تا وزیر — دیکھا جو ہم نے خوب تو سچ ہے میاں نظیرؔ

ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر اک کے دل میں ہے اس عید کی خوشی

نظیر

۷۴ - عید الفطر میں گڑبڑ

اب کے رویت میں آ گیا ہے خلل — رمضان ایک اور عید ڈبل
یعنی انتیس تیس اٹھائیس — کیا تواریخ میں پڑا ہے بل
آج کچھ کسی نے افطاری — کوئی روزے ہی کو گیا ہے نگل
دی کسی نے شہادت کامل — کوئی سمجھا اسے کہ ہے یہ زٹل

جلد۴

نو بجے دن کے بج گیا دھونسہ   روزہ داروں میں پڑ گئی ہلچل
خشکیِ روزہ شدّتِ گرمی   کر رہی ہے دماغ کو مختل
آج برپا ہے عام جوش و خروش   ہو گئی آپس میں خوب رد و بدل
جا پڑا دیوبند میں پہلے   چاند کا بھی گیا تھا پاؤں پھسل
ایک دن تک وہیں رہا ناچار   سب کی آنکھوں سے ہو گیا اوجھل
کہیں جھگڑا کہیں لڑائی ہے   ایک کو غصہ ایک کو جھنجھل
کوئی سمجھا رہا ہے ملّا جی   کس لئے کر رہے ہو جنگ و جدل
گواٹا وہ میں چھپ گیا فتویٰ   علما کا نہیں ہے اس پہ عمل
بست و ہفتم کو چاند دیکھ لیا   خود غلط تھی شہادتِ اوّل
دیکھ کر اختلاف دنیا کا   یاد آئی ہے مجھ کو ایک مثل
"کونسی ہے مجھے بتا تو سہی   اونٹ رے اونٹ تیری سیدھی کل"

چاند کے اختلاف نے اب کے
میری عیدی کو کر دیا مہمل

اسمٰعیل

جلد ۲

۴۸ ـ شب برات کا حلوا

ملّا جو دینے فاتحہ گھر گھر میں جاتے ہیں   حلوا کہیں کہیں وہ چپاتی اڑاتے ہیں
مفلس کوئی بلاوے تو منہ کو چھپاتے ہیں   شکر کا حلوا سنتے ہی بس دوڑے جاتے ہیں
کہتے ہوئے یہ دل میں اہا ہا ری شبِ برات

دنیا کی دولتوں میں جو زردار ہیں بڑے   قندوں کے حلوے روغنی نانیں لئے کھڑے
پہونچاتے خوان بھرتے ہیں نوکر کئی بڑے   رنڈی بھی راہ تکتے ہیں مردے بھی ہیں کھڑے
ان خوبیوں کی رکھتی ہے طیاری شبِ برات

ٹھلیا چپاتی حلوے کی تو سب میں چال ہے   ادنیٰ غریب کے تئیں یہ بھی محال ہے
کالے سے گڑ کی لپٹی گڑھی کی مثال ہے   پانی کی ہانڈی گیہوں کی روٹی بھی لال ہے
کرتی ہے ایسی دکھیا پنہاری شبِ برات

نظیر

۴۹ ـ شب برات کی آتشبازی

چھوڑی لٹو و تونبڑی ہر دم بنا کے جو   حاکم کا پیادہ کہتا ہے یوں ان سے تلخ ہو
کپڑے بدن بچا کے جو چاہو سو چھوڑ دو   چھپر جلاؤ گے تو ولاؤ گے صبح کو

تم سے جو ترے ہیں گنہگاری شب برات

جلد

گھنچکر اپنی دم میں کہیں چرخ کھاتی ہیں ٹوٹتے ہوائی سنگ کہیں تھتھاتی ہیں
زپیٹ زپیٹ پٹاخے کہیں غل مچاتے ہیں لڑکوں کے غول باندھ کہیں لڑنے جاتی ہیں
کرتی ہے پھر تو ایسی دھواندھاری شب برات

آکر کسی کے سر پہ چھچھوندر لگی کڑی اوپر سے اور ہوائی کی آکر پڑی چھڑی
ہو گی گلے کا ہار پٹاخے کی ہر لڑی پاؤں سے لپٹی شور مچا کر قلم تڑی
کرتی ہے پھر تو ایسی ستمگاری شب برات

چہرہ کسی کا جل گیا آنکھیں جھلس گئیں چھاتی کسی کی جل گئی باتیں جھلس گئیں
ٹانگیں بچیں کسی کی تو رانیں جھلس گئیں مونچھیں کسی کی پھک گئیں پلکیں جھلس گئیں
رکھے کسی کی ڈاڑھی پہ چنگاری شب برات

کوئی دوستوں کو دل میں سمجھتا ہے اپنے غیر کوئی دشمنوں سے دل کا نکالے ہے اپنا بیر
کہتا ہے واں نظیر بھی آتش کی دیکھ سیر یارب تو سب کی کیجو برسابرس کی خیر
بے طرح کر رہی ہے نموداری شب برات

نظیر

جلد۱۴

۵۰۔ برسات کی شب برات

بگڑی ہے کیا انار پٹاخوں کی اب کے بات ساون میں اتفاق سے آئی شب برات
بارود ہے خراب پٹاخے ہیں پُھسپھسے کمزور ہیں انار چھچھوندر ہے واہیات
مہتاب میں مزا ہے نہ کچھ پھلجھڑی میں لطف پیسے ہمارے مفت گئے یونہی آٹھ سات
پیسے گئے فضول تو خیر اس کا غم نہیں ہے سال بھر کے کھیل کی گویا یہی زکوٰۃ
پاتا ہے اس جہان میں کچھ کھو کے آدمی آئندہ ایسے کھیل پہ ماریں گے ہم بھی لات
بس چھوڑو کھیل کود کہ حلوا ہے گرم گرم شامل ہے جس میں ذائقۂ قند اور نبات
شیریں ہے خوش قوام ہے چٹ کیجیو اسے حلوے کی چاشنی سے ہے مصری بھی آج مات
بدعت کہو گناہ کہو یا چٹور پن اچھا نہیں سمجھتا اسے زمرۂ ثقات
بچوں کے واسطے ہے خور و نوش کھیل کود اصحاب اتقا کے لئے صوم اور صلوٰۃ

جاگیں گے آج اہلِ عبادت تمام شب
درگاہ کبریا سے کریں گے طلب نجات

اسمٰعیل

جلد۴

۱۵۔ محرّم کا اکھاڑہ

میں شاعرانہ روش پر نہیں قصیدہ نگار ۔ یہ ایک سادہ گزارش ہی یا اُلوالابصار
کہ اب کے ماہِ محرّم کی ساتویں تاریخ — گیا جو گھر سے قضا را بجانبِ بازار
تو دیکھتا ہوں کہ گزری میں ایک اکھاڑہ ہے — اور اتنی بھیڑ کہ جس کا نہیں حساب و شمار
ہیں دو حریف مقابل لیئے پھری گتکا — ہر ایک فن پھکیتی میں طاق اور طرّار
جو اُس نے پاؤں بچایا تو اُس نے سر تاکا — دکھایا چہرہ تو پہلو پہ جا کیا ہے وار
عجیب ٹھاٹھ نئے پینترے غضب پھرتی — نرالے ڈھنگ سے کرتب کا کرتے ہیں اظہار

چلا ہی ایک بنیٹی کا باندھ کر چکّر
کھڑا ہی ایک لئے سیف لڑ رہا ہی گوہار

میں اپنے دل میں لگا کہنے کیا حماقت ہے — مٹے ہوئے ہیں جو اس فن پہ یہ خدائی خوار
یہ کھیل محض نکمّا ہے بلکہ بیہودہ — جو دیکھتا ہی سو ہنستا ہی زیرِ لب ناچار
سپہ گری کا یہ فن تھا کسی زمانہ میں — نہ وہ زمانہ رہا اب نہ صورتِ پیکار
کہاں ہیں اب وہ دلیرانِ صف شکن باقی — کہ ان فنوں پہ جو ہوتے تھے جان و دل سے نثار
ہزار سے نہ دبے لاکھ سے نہ منہ موڑا — جو ڈٹ گئے کسی میداں میں کھینچ کر تلوار

نہ اب بکیت کو پوچھے کوئی نہ راوت کو — نہ تیر ہے نہ کماں ہے نہ بانک ہے نہ کٹار
جلد نہ اس کماں کی پرستش نہ اس ہنر کی قدر — نہ جنگ کا یہ طریقہ رہا نہ یہ ہتھیار
نہ جس میں دین کا ہو فائدہ نہ دنیا کا
تو پاس پھٹکے نہ اس کام کے کوئی ہشیار

اسمٰعیل

۵۲ حضرت سلیم چشتی کا عرس

ہے یہ مجمع نکو سرشتی کا — ذکر کیا یاں گنہ کی زشتی کا
بحر ہے عارفوں کی کشتی کا — فخر ہے حرف سرنوشتی کا
رشک ہے گلشن بہشتی کا
عرس حضرت سلیم چشتی کا

باغ جنت سے ہے آج یہ درگاہ — پھول پھولے ہیں فیض کے دلخواہ
دیکھ رضواں بہاریاں کی واہ — دل میں کہتا ہے دمبدم واللہ
رشک ہے گلشن بہشتی کا
عرس حضرت سلیم چشتی کا

یہ تجلّی نہ سیم و زر سے ہے — ابرِ رحمت کا نور برسے ہے

حور و غلماں کی روح ترسے ہے — اور اشارہ یہی نظر سے ہے جلدہ

رشک ہے گلشنِ بہشتی کا

عرس حضرت سلیم چشتی کا

صحن درگہ ہے باغ اور بستاں — اور ہیں زوار سب گل و ریحاں

جی میں سب پھول پھول ہو شاداں — یہی کہتے ہیں ہر گھڑی ہر آں

رشک ہے گلشنِ بہشتی کا

عرس حضرت سلیم چشتی کا

بسکہ خلقت بھری ہے لالوں لال — گھر مکاں ہے گلوں سے مالا مال

حسنِ راگ اور مشائخوں کے حال — بھیڑ غل شور اور یہ قیل و قال

رشک ہے گلشنِ بہشتی کا

عرس حضرت سلیم چشتی کا

کھل رہا ہے چمن جو فیض بھرا — جھرنا گویا ہے حوض کوثر کا

قدسیاں دیکھ وہ بہشت سرا — سب پکاریں ہیں یوں اہا ہا ہا

رشک ہے گلشنِ بہشتی کا — عرس حضرت سلیم چشتی کا

کتنے درگہہ میں فیض اٹھاتی ہیں   کتنے جھرنے میں جا نہا تی ہیں
کتنے نذر و نیاز لاتے ہیں   کتنے خوش ہو یہی سناتی ہیں

رشک ہی گلشنِ بہشتی کا
عرس حضرت سلیم چشتی کا

ہے بہم دور دور کا عالم   سبز سرخ و سفید و زرد بہم
سب خوشی ہو کے چوں گل شبنم   دیکھ سیریں یہ کہتے ہیں ہر دم

رشک ہی گلشنِ بہشتی کا
عرس حضرت سلیم چشتی کا

بھیڑ انبوہ خلق کی کثرت   بادشاہ و گدا و میر و وزیر
طفل و پیر و جوان غریب و فقیر   پر سبھوں کی زباں پہ یہ تقریر

رشک ہی گلشنِ بہشتی کا
عرس حضرت سلیم چشتی کا

نظیر

۵۳۔ کرشن جی کی بانسری

جلد۱۱

جب مرلی دھر نے مرلی کو اپنی اَدھر دھری
کیا کیا پریم پریت بھری اس میں دھن بھری
لے اس میں رادھے رادھے کی ہر دم بھری کھری
لہرائی دُھن جو اس کی اِدھر اور اُدھر ذری
سب سننے والے کہہ اُٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنہیا نے بانسری

جس آن کانھ جی کو وہ منسی بجاونی
جس کان میں وہ آونی واں سُدھ بھلاؤنی
ہر من کی موکے موہنی اور چیت لبھاونی
نکلی جہاں دھن اس کی وہ میٹھی سہاؤنی
سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنہیا نے بانسری

گوالوں میں نند لال بجاتے وہ جس گھڑی
گوپیں دھن اس کی سننے کو رہتیں سب کھڑی جلد۴

گلیوں میں جب بجاتے تو وہ اس کی دُھن بڑی
لے لے کے اپنی لہر جہاں کان میں پڑی
سب سننے والے کہہ اُٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنہیّا نے بانسری

بنسی کو مرلی دھر جی بجاتے گئے جدھر
پھیلی دُھن اس کی زور ہر اک دل میں کر اثر
سنتے ہی اس کی دھن کی حلاوت اِدھر اُدھر
مُنہ چنگ اور نے کی دھنیں دل سے بھول کر
سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنہیا نے بانسری

بن میں اگر بجاتے تو واں بھی یہ اس کی چاہ
کرتی دھن اس کی پنچھی سبھوہی کے دل میں راہ

جلد۴

بستی میں جو بجاتے تو کیا شام کیا پگاہ
پڑتے ہی دھن وہ کان میں بلہاری ہو گئے واہ
سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنہیا نے بانسری

کتنے تو اس کی دھن کے لئے رہتے بے قرار
کتنے لگائے کان ادھر رکھتے بار بار
کتنے کھڑے ہو راہ میں کر رہتے انتظار
آئے جدھر بجاتے ہوئے شیام جی مرار
سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنہیا نے بانسری

نظیرؔ

جلد ۱۲ -

۵۴ جنم کنہیا جی

سب ناری آئیں گوکل کی اور پاس پڑوسن آ بیٹھیں
کچھ ڈھول مجیرے لائی تھیں کچھ گیت چاؤ کے گاتی تھیں
کچھ ہر دم مکھ اس بالک کا بلہاری ہو کر دیکھے ہیں
کچھ تھال پنجیری کے رکھتیں، کچھ سونٹھ سٹھورا کرتی تھیں

کچھ کہتی تھیں "ہم بیٹھے ہیں نیگ آج کے دن کا لینے کو"
کچھ کہتیں "ہم تو آئے ہیں آنند بدھاوا دینے کو"
کوئی گھٹی ہینٹی گرم کرے کوئی ڈالے اسپند اور بھوسی
کوئی لائی ہنسلی اور کھڑوے کوئی کرتہ ٹوپی میوہ گھی

کوئی دیکھے روپ اس بالک کا، کوئی ماتھا چومے گھڑی گھڑی
کوئی بھنووں کی تعریف کرے کوئی آنکھوں کی کجلی کی
کوئی کہتی عمر بڑی ہووے اے بیر تمہارے بالے کی
کوئی کہتی "بیاہ ہو لاؤ"، اب آس مرادوں والے کی

کوئی کہتی بالک خوب ہوا اے بہنا تیری نیک تی
جلد ۴
یہ بالے ان کو ملتے ہیں جو دنیا میں ہیں بڑھ بھاگی
اس کنبے کی بھی شان بڑھی اور بھاگ بڑھے اس گھر کے بھی
یہ باتیں سب کی سن سن کر یہ بات جسبودا کہتی تھی
اے بیر یہ بالک جو ایسا اب میرے گھر میں جنما ہے
کچھ اور کہوں میں کیا تم سے بھگوان کی مو پر کرپا ہے

نظیر اکبرآبادی

۵۵۔ انند بدھاوا

تھی کوئے کوئے خوش وقتی اور طبلے تال کھٹکتے تھے
کوئی ناچ رہی کوئی کود رہی کوئی ہنس ہنس کے کوئی ہنستے
ہر چار طرف آنندیں تھیں واں گھر میں نند جسبودا کے
کچھ آنگن بیچ برلجے تھیں کوئی بیٹھے کوٹھے اور چھجے

سو خوبی اور خوشحالی سے دکھلاتی تھی سامان کھڑی
سچ بات ہے بالک ہونے کی ہے دنیا میں آنند بڑی جلد ۲

پھر اور خوشی کی بات ہوئی جب ریت ہوئی دوکاندونکی
رکھوائی دودھ کی مٹکی بھر اور ڈالی ہلدی بہتیری

پھر اس پہ چھینٹے بھر بھر کر وہ اس پر ڈالے گھڑی گھڑی
کوئی پوچھے تھا اور باہن کو کوئی سگری بھیگی اور نتھری

اس دودھ کی بھی رنگ رلیوں میں روپ اور ہوا ہزاری کا
اور تن کے ابرن یوں بھیگے جو رنگ ہو کیسر کیاری کا

سکھ منڈل میں یہ دھوم مچی اور باہر نیگی جوگی تھا
کچھ ناچیں بھانڈ بھگتیے بھی کچھ ہیجڑے پاوین پیل پڑی

آنند بدھاوے باج رہے نرسنگے برنا اور ترئی
رنگیں سنہرے پالنے بھی لے ہاتھ کھڑے کتنی برتی

ہر آن اٹھاتے تھے مانگ کیا گنتی سونے روپے کی
نند اور جسودا نے ایسی کی شادی بالک ہونے کی

جلد۴

جو نیگی جوگی تھے ان کو اس آن جھٹ خوشحال کیا
پھر آ لیے باگے ریشم کے اور زر بھی بخشا بہتیرا
اور جتنے ناچنے والے تھے اسباب انھیں بھی خوب دیا
مہمان جو گھر میں آئے تھے سب اُن کا بھی ارمان رکھا
دن رات چھٹی کے ہونے تک من خوش کیا لوگ لگائی کا
پھر تھال روپے اور مہریں دیں جب نیگ چکا یا دائی کا
نندا و جسودا بالک کو واں ہاتھوں چھاؤں میں تھے رکھتے
نت پیار کریں تن من واریں ستھری ابرن گھنے بنکے
جی بہلاتے من پرچاتے اور خوب کھلونے منگواتے
ہر آن جھلاتے پلنے میں ادھر اور اُدھر ٹہلاتے
کر یاد نظیر اب ہر ساعت اُس پالنے اور اس جھولے کی
آنند سے بیٹھو چین کرو جے بولو کان جھنڈولے کی
نظیر

جلد۱

۵۶ بچّہ کی چال

تھی ان کی چال کی تو عجب یارو چال ڈھال
پاؤں میں گھنگرو باجتے سر پر جھنڈولے بال
چلتے ہمک ہمک کے جو وہ ڈگمگاتی چال
تھا نہیں کبھی جسودا کبھی نند لیں سنبھال
ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنہیا کا بالپن

نظیر

۵۷ شیو شنکر کی برات

جب سات ہوئی تب شیو شنکر خوش وقتی سے اسوار ہوئے
سب آگے پیچھے دولہا کے دلشاد براتی ساتھ چلے
فانوسیں رنگیں جھلملیاں اور جھاڑ بڑی گُلکاری کے
ہر آن جٹا اور جھنور ڈھلیں اور سیس کے اوپر چتر پھرے

وہ پریاں ناچیں تختوں پر پوشاکیں گہنے جھمک رہے

نقارے نوبت طبل نشان الغوزے بجتے اور ڈفلے جلد ؟

ہر سرنا میں دھن ہیں ہیں کی اور کرنا تر کی جھانجھ ٹیرے

کر دھو نسے دھوں دھوں باج رہے اور تاشے بجتے کڑ کڑ سے

مردنگ مندیلے تال بجیں اور سارے گھنگرو بھی جھنکے

وہ ڈھول دھا دھم شور کریں اور جھینے بھی چھم چھم کرتے

وہ ہاتھی کنجل اور مکنے انباری ہودے اور بنگلے

وہ جھومتے چلتے قدم قدم اور بجتے جاتے گھنٹالے

وہ جھاڑ اور مشعلیں نیچیا سے سب روشن اونچے شعلوں کے

وہ چھرا جھمکا کوسوں تک ہر ٹھور اجالے جا پہنچے

وہ گھوڑے میانے گھڑ بہلیں رتھ اونچے پیئے ڈھلتے تھے

سب باجے بجتے جاتے تھے اور ہولے ہولے چلتے تھے

جس آن برات آئی در پر یہ خوبی ٹھیری زیب بھری

وہ پریاں ناچیں تختے پر جھنکاریں ماریں مجیروں کی

وہ ڈنکے لگتے دھونسے پر دھن کرنا سرنا کی ۔ اونچی
دروازے کوٹھے گونج رہے آواز سہانی اُن کی تھی جلد۴
کل زیب براتی چار طرف اور بیچ سواری دولہا کی
سب چھجّے چھجّے کوٹھوں پر واں دیکھی زینت اور خوبی
سب واہ کریں اور چاہ کریں اور ٹھاٹھ کو دیکھیں کھڑی کھڑی
ہوں دیکھ کے صورت دولہا کی واں سو سو دل سے بلہاری
وہ آئی تھی جو کہ ساتھ لدی اور آتشبازی چھٹتی تھی
مہتاب انار اور پھلجھڑیاں بہت پھول ہوائی خوب کڑی
اک پہر تلک دروازے پر واں پھول رہی پھلواری سی
سب ہاتھی گھوڑے بیل اچھلیں غل شور رہا اور دھوم مچی
وہ طبل بجیں اور ڈفلے بھی نقارے تاشے اور ترئی
وہ ڈھول اور جھلنی باج رہے اور گھر گھر میں آواز گئی
سب شاد ہوئے خوش وقت ہوئے یہ دیکھ تماشے خوبی کے
کر وصف بہت بلہار ہوئے اس دولہا کی محبوبی کے

نظیر اکبرآبادی

جلد ۴

۵۸ ـ شادی کی محفل

جو باٹ نے جھاڑے خار و خسک اور بادل پانی چھڑکائے
باناتِ قناتیں شمیانے دل بادل تنبو تنوائے
نگیرے جھالر موتی کے کمخواب مشجّر جھلکائے
کل فرش حریر اور دیبا کے خوش رنگ چمکتے بچھوائے
مقیش زری کے گچھے بھی پھر جاگہ جاگہ لٹکائے
کل عطر و گلاب اور پان دھرے کستوری عنبر رکھوائے
پھر تھال الائچی لونگوں کے پھر خوب طرح سے چنوائے
چنگیر دھرے سو زیب بھرے اور طرّہ ہار بھی گندھوائے
ہر چار طرف تیاری کی اسباب طرب کے ٹھہرائے
جو ٹھاٹھ بڑے ہیں شادی کے اِک پل بھر میں سب جمکائے

نظیر اکبرآبادی

جلد ۲

۵۹ - دُلہن کا جہیز

جس آن ہوئے شیو چلنے کو تب لا کر یہ اسباب دھرے
پوشاکیں رنگیں زیب بھریں ہر تار ریڑا جن کا چمکے
زر زیور کے واں ڈھیر لگے جو باہر ہووے گنتی سے
وہ موتی ہیرے انمولے وہ لعل زمرّد کے ڈبّے
وہ کلے بٹے چاندی کے وہ تھال کٹورے سونے کے
وہ فرش سنہرے نقش بھرے جو بچھتے محلوں بیچ بڑے
وہ چیرے خوب لباسوں کے اور گنتی میں بھی بہتیرے
وہ چیریاں اچھی صورت کی سر پاؤں تلک زیور پہرے
وہ کنچل جھول جھلکتی کے انباری جن پر اور ہووے
وہ گھوڑے گلگوں مثل ہوا زر دوزی جن پر زین بندھے
چنڈول جھلکتے وہ جن پر بانات زری کے تھے پردے
رتھ بھیلیں اور گھر بھیلیں وہ ٹھاٹھ چمکتے جن کے تھے

وہ رنگیں جھالر دار رتھیں وہ بیل بہت جن کے اونچے
یہ ٹھاٹھ رکھا دروازے پر اور بعد سے بوجھ اٹھانی کے جلد۴
تھے جتنے شادی بیاہ سمت سامان جو واں تیار ہوئے
ہر ٹھاٹھ کے واں دروازے پر ہر جانب سو انبار ہوئے

نظیر اکبرآبادی

۶۰۔ دُلہن کی رخصت

جب ڈیوڑھی سے چنڈول بڑھا دروازے پر سو خوبی سے
نوچھاور اتنی کی اس پر کل موتی پھول زری بکھرے
اُس وقت بہت خوش وقتی سے شیو شنکر بھی اسوار ہوئے
وہ خوبی قسمت چار طرف سب ساتھ براتی زیب بھرے
اسواری دولہا کی آگے چنڈول دُلہن کا تھا پیچھے
وہ باجے لائے ساتھ جو تھے سب ہر دم بجتے ساتھ چلے
اسباب دیئے جو راجہ نے تھے اس کے جاتے اونٹ لدے
وہ جتنے چیرا چیری تھے سب رتھ اور میانوں میں بیٹھے

وہ ہاتھی گھوڑے ہر جانب انباری زین چھلکتے تھے
اس دیس کے رہنے والے بھی سب دیکھنے نکلے گھر گھر سے
ہر کوٹھے کوٹھے بھیڑ لگی اور رستے رستے لوگ بھرے
غل شور خوشی کے چار طرف سب دیکھیں ان وہ ٹھاٹھ بڑے
جس طور خوشی سے بیاہنے کو شیو آئے گھر میں راجہ کے
پھر ویسی ہی خوش وقتی سے کیلاس کے اوپر جا پہونچے

نظیر اکبر آبادی

۱۲۔ میلے کی سیر

آج میلے کا یاں جو ہے سامان — آئے ہیں دور دور سے انسان
کوئی درشن کوئی دعائیں مان — سب کی ہوتی ہیں مشکلیں آسان
ہر طرف کھل رہے گل و ریحاں — ہار بدھی مٹھائی اور پکوان
بھیڑ انبوہ غل دکان دکان — اور یہی شور ہر گھڑی ہر آن

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

جلد ۲

لوگ چاروں طرف کے آتے ہیں — آکے عیش و طرب مناتے ہیں
دل سے سب درشنوں کو جاتے ہیں — اپنے دل کی مرادیں پاتے ہیں
جھانجھ مردنگ دف بجاتے ہیں — راس منڈل بھجن سناتے ہیں
دل میں پھولے نہیں سماتے ہیں — سب یہ ہنس ہنس کے کہتے جاتے ہیں

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

صحن مندر کا سب سے ہی اعلےٰ — اس کا گنبد ہے عالم بالا
ہو رہا جھانکیوں کا اُجیالا — پڑے جیسے ہیں چاند پر ہالا
ہے کوئی درشنوں کا متوالا — کوئی جپتا ہے دھیان میں مالا
کوئی ڈنڈوتیں کر رہا لالا — کوئی "جے جے" کر رہے ہے دھن والا

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

ناچ اور راگ کے کھڑاکے ہیں — گھنگرو اور تال کے جھناکے ہیں
نقلیں قصّے کہانی ساکے ہیں — کھنڈ دہرے کبت کتھاکے ہیں
آرتی کی کہیں مچی ٹھن ٹھن — کہیں گھنٹوں کی ہو رہی ٹن ٹن

تال مردنگ جھانجھ کی جھن جھن   خاص پرشاد مصری اور ماکھن

جلدا

رنگ ہی روپ ہی جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

اتنے لوگوں کے ٹھٹھ لگے ہیں آ   جو کہ تل دھرنے کی نہیں ہی جا
لے کے مندر سے دو دو کوس لگا   باغ و بن بھر رہے ہیں سب ہر جا
ہیں ہزاروں لباطی اور سودا   لاکھوں بکتے ہیں گہنے اور ملا
بھیڑ انبوہ اور دھڑم دھکا   جس طرف دیکھئے اہا ہا ہا

رنگ ہی روپ ہی جھمیلا ہی
زور بلدیو جی کا میلا ہی

ہیں ہزاروں ہی جنس کے ہٹے   موتی مونگا اور آرسی بٹے
پیڑے لڈو جلیبی اور گٹے   کولے نارنگی سنگترے کھٹے
کوئی تو کر رہا ہی چھل بٹے   کوئی چڑھتا ہی گھیر کے چٹے
پر ہیں مندر کے کوٹھے اور اٹے   بوڑھے لڑکے جوان اور کٹے

رنگ ہی روپ ہی جھمیلا ہی
زور بلدیو جی کا میلا ہی

جلد۴

لاکھوں بیٹھے بساطی او رمنہار — اپنا سب گرم کر رہے بازار
چوڑی ہنگڑی کی اک طرف جھنکار — نوگری پوتھ انگوٹھی چھلّے ہار
ٹوٹے پڑتے گنواری اور گنوار — جس گنواری کو چلیئے دھکا مار
گر کے دے گالی یوں کہے ہے پکار — "کیسوا ٹھلا چلے ہے داری جار

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

مٹّی اور کاٹ کے کھلونے ڈھیر — کوئی لیوے ہے کوئی دیوے پھیر
کوئی کمہاری سے کر رہا ہے تھیر — کوئی کاچھن سے چن رہا ہے بیر
کوئی کنجڑن سے لڑ رہا ہے بھیر — کوئی بنئے کو مارتا ہے بسیر
گالی ڈاک مارکوٹ سانجھ سویر — لاٹھی پاٹھی ہے شور و غل اندھیر

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

نظیر اکبرآبادی

۶۲ - ہولی

جلد ۱

آ جھمکے عیش و طرب کیا کیا جب حسن دکھایا ہولی نے
ہر آن خوشی کی دھوم ہوئی یوں لطف جتایا ہولی نے
ہر خاطر کو خرسند کیا ہر دل کو لبھایا ہولی نے
دف رنگیں نقش سنہری کا جس وقت بجایا ہولی نے
بازار گلی اور کوچوں میں غل شور مچایا ہولی نے

یا سوانگ کہوں یا رنگ کہوں یا حسن بتاؤں ہولی کا
سب ابرن تن پر جھمک رہا اور کیسر کا ماتھے ٹیکا
ہنس دینا ہر دم ناز بھرا دکھلانا سج دھج شوخی کا
ہر گالی مصری قند بھری ہر ایک قدم اٹھکیلی کا
دل شاد کیا اور موہ لیا یہ جوبن پایا ہولی نے

کچھ طبلے کھٹکے تال بجے کچھ ڈھولک اور مردنگ بجی
کچھ جھڑپیں بین ربابوں کی کچھ سارنگی اور چنگ بجی
کچھ تار طنبوروں کے جھنکے کچھ ڈھمڈھی اور منہ چنگ بجی
کچھ گھنگرو کھٹکے جھم جھم جھم کچھ گت گت پر آہنگ بجی

ہے ہر دم ناچنے گانے کا یہ تار بندھایا ہولی نے

جلد ۲
ہر جا گہہ تھال گلالوں سے خوش رنگت کی گلکاری ہے
اور ڈھیر عبیروں کے لاگے سو عشرت کی تیاری ہے
ہیں راگ بہاریں دکھلاتے اور رنگ بھری پچکاری ہے
منہ سرخی سے گلنار ہوئے تن کیسر کی سی کیاری ہے
یہ روپ جھمکتا دکھلایا یہ رنگ دکھایا ہولی نے

پوشاکیں چھڑکی رنگوں کی اور ہر دم رنگ فشانی ہے
ہر وقت خوشی کی جھمکیں ہیں پچکاری کی رخشانی ہے
کہیں ہوتی ہے دھینگا مستی کہیں ٹھیری کھینچا تانی ہے
کہیں لٹیاں جھمکیں رنگ بھری کہیں جوتا کیچڑ پانی ہے
ہر چار طرف خوش حالی کا یہ جوش بڑھایا ہولی نے

ہر آن خوشی سے آپس میں سب ہنس ہنس رنگ چھڑکتے ہیں
رخسار گلالوں سے گلگوں کپڑوں سے رنگ ٹپکتے ہیں
کچھ آگ اور رنگ جھمکتے ہیں کچھ مے کے جام چھلکتے ہیں
کچھ کودیں ہیں کچھ اچھلیں ہیں کچھ ہنستے ہیں کچھ بکتے ہیں
یہ طور یہ نقشہ عشرت کا ہر آن بنایا ہولی نے

محبوب پری رو پیاروں کی ہر جانب نوک جھونکی ہے
کچھ آن رنگیلی چلتی ہے کچھ بان ادھر سے روکی ہے
کچھ سینیں ترچھی سحر بھری کچھ گھات لگاوٹ خوکی ہے
کچھ شور اہاہا ہاہا کا کچھ دھوم اہوہو ہو کی ہے
یہ عیش یہ حظ یہ کام یہ ڈھب ہر آن جتایا ہولی نے

معجونوں سے رنگ لال ہوئے کہیں چلتی مے کی پیالی ہے
کہیں ساز طرب کے بجتے ہیں دل شاداں منہ پہ لالی ہے
سو کثرت عیش و مسرت کی خوش وقتی اور خوش حالی ہے
کچھ بولی ٹھولی پیار بھری کچھ گالی ہے کچھ پالی ہے
ان چرچوں کا ان چہلوں کا یہ تار لگایا ہولی نے

ہیں کیا کیا سر میں رنگ بھرے اور سوانگ بھی کیا کیا آئے ہیں
کر باتیں ہر دم چہل بھری خوش ہنستے اور ہنساتے ہیں
کچھ جوگی چیلے بیٹھے ہیں کچھ کامینوں کے گاتے ہیں
کچھ اور طرح کے سوانگ بنیں کچھ ناچتے اور کچھ گاتے ہیں
ہر آن نظیرؔ اس فرحت کا سامان دکھایا ہولی نے

نظیرؔ

۶۳ ہولی کی بہار

جب پھاگن رنگ جھمکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
اور دف کے شور کھڑکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
پریوں کے رنگ دمکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
خم شیشے جام چھلکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
محبوب نشے میں چھکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

ہو ناچ رنگیلی پریوں کا بیٹھے ہوں گلرو رنگ بھرے
کچھ بھیگی تانیں ہولی کی کچھ ناز و ادا کے ڈھنگ بھرے
دل بھولے دیکھ بہاروں کو اور کانوں میں آہنگ بھرے
کچھ طبلے کھڑکیں رنگ بھرے کچھ عیش کے دم منہ چنگ بھرے
کچھ گھنگرو تال چھنکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

سامان جہاں تک ہوتا ہے اس عشرت کے مطلوبوں کا
وہ سب سامان مہیا ہو اور باغ کھلا ہو خوبوں کا
ہر آن شرابیں ڈھلتی ہوں اور ٹھٹھ ہو رنگ کے ڈوبوں کا
اس عیش مزے کے عالم میں اک غول کھڑا محبوبوں کا

کپڑے پر رنگ چھڑکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

جلوہ اس رنگ رنگیلی مجلس میں وہ رنڈی ناچنے والی ہو
منہ جس کا چاند کا ٹکڑا ہو اور آنکھ بھی مے کی پیالی ہو
بدمست بڑی متوالی ہو ہر آن بجاتی تالی ہو
مے نوشی ہو، بیہوشی ہو، بھڑوے کے منہ میں گالی ہو
بھڑوے بھی بھڑوا بکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

اور ایک طرف دل لینے کو محبوب بھویوں کے لڑکے
ہر آن گھڑی گت بھرتے ہوں کچھ گھٹ گھٹ کے کچھ بڑھ بڑھ کے
کچھ ناز جتاویں لڑ لڑ کے کچھ ہولی گاویں اڑ اڑ کے
کچھ لچکے شوخ کمر پتلی، کچھ ہاتھ چلے کچھ تن پھڑکے
کچھ کافر نین مٹکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

یہ دھوم مچی ہو ہولی کی اور عیش مزے کا جھکڑ ہو
اس کھینچا کھینچ گھسیٹی میں بھڑوا رنڈی کا پھکڑ ہو
معجوں، شرابیں، ناچ مزا اور ٹکیا سلفا لکڑ ہو
لڑ بھڑ کے نظیر بھی نکلا ہو کیچڑ میں لتھڑ پتھڑ ہو
جب ایسے عیش بہکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی نظیر

جلد ۴

۴۶- ہولی

آؤ ساقی بہار پھر آئی   ہولی میں کتنی شادیاں لائی
جس طرف دیکھو معرکہ سا ہے   شہر ہے یا کوئی تماشا ہے
چشمِ بد دور ایسی بستی سے   یہی مقصد ہے ملک ہستی سے
آئیں بستہ ہوا ہے سارا شہر   کاغذیں گل سے گلستاں ہے دہر
ایسے گل پھول ہیں جو صرفِ کار   راہ رستے ہوئے ہیں باغ و بہار
اور بازار رنگ لائے ہیں   سارے رنگیں ستوں لگائے ہیں
بستہ آئیں دکانیں ہیں یکسر   جس میں سستی متاعِ لعل و گہر

میوۂ نورس و رسیدہ بہت
گلِ خوش رنگ و بوئے چیدہ بہت

پھر لیا لب ہیں آب گیرِ رنگ   اور اڑے ہے گلال کس کس ڈھنگ
پاس آتے ہیں مرغ گلشن پھول   تھے وہ دلبر گلاب کے سے پھول
پگڑیاں جامے بھیگی سو سو ہیں   اُن کو گلہائے تر کہیں تو ہیں
چھڑیاں پھولوں کی دلبروں کے ہاتھ   سیکڑوں پھولوں کی چھڑی ہے ساتھ

قمقمے بھر گلال جو مارے — مہوشاں لالہ رخ ہوئے سارے
خوان بھر بھر عبیر لاتے ہیں — گل کی پتی ملا اڑاتے ہیں جلد۲
جشن نوروز ہند ہولی ہے
راگ و رنگ اور بولی ٹھولی ہے

میر

۶۵ - موسیقی

کچھ طبلے کھڑکے تال بجے کچھ ڈھولک اور مردنگ بجے
کچھ جھڑپیں ہیں ربابوں کی کچھ سارنگی اور چنگ بجے
کچھ تار طنبوروں کے جھنکے کچھ ڈھمڈھمی اور منہ چنگ بجے
کچھ گھنگرو کھڑکے جھم جھم جھم کچھ گت گت پر آہنگ بجے
ہے ہر دم ناچنے گانے کا یہ تار بندھا یا ہولی نے

گھنگرو کی پڑی آن کے پھر کان میں جھنکار
سارنگی ہوئی بین طنبوروں کی مددگار

طبلوں کے ٹھکے طبل پہ سازوں کے بجے تار
راگوں کے کہیں غل کہیں ناچوں کے بندھے تار جلد ۲
ڈھولک کہیں جھنکار رہی ہے مردنگ زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

نظیر

۶۶ - سوانگ

آئے شکلیں بنا کے صورت باز ڈوم ڈھاری سبھی بجا کر ساز
نقل معقول کی سو حاجی بنے سج کے عمامہ سر پہ کتنے جنے
کوئی جوگی کوئی فقیر بنا کوئی ڈاڑھی لگا کر پیر بنا
کوئی بنیا بنا کوئی اوباش نقل کرتے تھے ان سبھوں کی معاش
کوئی شاعر بنا نہ جس کی نظیر یعنی مستغرق خیال تھا میر
کچھ سپاہی بنے تھے کچھ تجار کوئی زاہد ہوا کوئی خمار
جس کی تقلید کی سو ویسی طرح
اصل ہوتی نہیں ہے ایسی طرح

منعم

جلدی

۶۷۔ جوگی کا بھیس

یہ کہتا تھا میں جی میں عشق نے یہ بات لا ڈالی
منگا تھوڑا سا گیرو اور وہیں کفنی رنگا ڈالی
اُٹھا مندرے گلے کے بیچ سے کی بر ملا ڈالی
لگا منہ سے بھبوت اور شکل جوگی کی بنا ڈالی
ہوا سر پاؤں سے اودھوت جوگی جوگ گیانی
بنا بالوں کا انڈوا کھول بال اور ہو کے متوالا
چھپا آنکھ اور دھتورا کر دیا آنکھوں کو گل لالا
اٹھا تونبی کو اور کاندھے کے اوپر رکھ مرگ چھالا
پھرا ہاتھوں میں سمرن اور گلے میں ڈال کر مالا
چلا پڑھتا ہوا گرو کا سبدا ور ناتھ کی بانی

نظیر

۶۸۔ دوالی

جلد ہم

جہاں میں یارو عجب طرح کا ہے یہ تیوہار　　کسی نے نقد لیا اور کوئی کرے ہے ادھار
کھلونے کھیلوں بتاشوں کا گرم ہے بازار　　ہر اک دکاں میں چراغوں کی ہو رہی ہے بہار
سبھوں کو فکر ہے اب جا بجا دیوالی کا

مٹھائیوں کی دکانیں لگا کے حلوائی　　پکارتے ہیں کہ "لالہ دیوالی ہے آئی"
بتاسے لے کوئی، برفی کسی نے تلوائی　　کھلونے والوں کو ان سے بھی زیادہ بن آئی
گویا انھوں کے واں راج آگیا دیوالی کا

نظیر

۶۹ - دوالی کے جواری

ہر اک مکاں میں جلا پھر دیا دوالی کا　　ہر اک طرف کو اجالا ہوا دوالی کا
سبھی کے دل میں سماں بھا گیا دولی کا　　کسی کے دل کو مزا خوش لگا دوالی کا
عجب بہار کا ہے دن بنا دوالی کا

عمر حرام کی کوڑی کا جن کا ہے بیوپار　　انھوں نے کھایا ہے اس دن کے واسطے ہی ادھار

کہے ہیں ہنس کے قرضخواہوں سے ہر اک اکبار — دوالی آئی ہے سب دیں چلائیں گے اے یار

بلدا — خدا کے فضل سے ہے آسرا دوالی کا

مکان لیپ کے ٹھلیا جو کوری رکھوائی — جلا چراغ کو کوڑی وہ جلد جھنکائی

اصل جواری تھے ان میں تو جان سی آئی — خوشی سے کود اچھل کر پکارے او بھائی

شگون پہلے کرو تم ذرا دوالی کا

شگن کی بازی لگی پہلی بار گنڈے کی — پھر اس سے بڑھ کے لگی تین چار گنڈے کی

پھرے جو ایسی طرح بار بار گنڈے کی — تو آگے لگنے لگی پھر ہزار گنڈے کی

کمال نرخ لگا پھر تو آ دوالی کا

کسی نے گھر کی حویلی گرو رکھا ہاری — جو کچھ تھی جنس میسر بنا بنا ہاری

کسی نے چیز کسی کی چرا چھپا ہاری — کسی نے گٹھری پڑوسن کی اپنی لا ہاری

یہ ہار جیت کا چرچا پڑا دوالی کا

کسی کو داؤ پہ لانگی موٹھ نے مارا — کسی کے گھر پہ دھرا سوختے نے انگارا

کسی کو نرد نے چوپڑ کے کر دیا زارا — لنگوٹی باندھ کے بیٹھا ازار تک ہارا

یہ شور آ کے مچا جا بجا دوالی کا

کسی کی جورو کہے ہے پکار رے بھڑوے — بہو کی نوگری بیٹے کے ہاتھ کے کھڑوے

جلد

جو گھر میں آوے تو سب مل کہیں سو گھر دے   نکل تو یاں سے ترا کام یاں نہیں بھڑوے
خدا نے تجھ کو تو شہدا کیا ڈالی کا

وہ اس کے جھونٹے پکڑ کر کہے ہے ماروں گا   ترا جو گہنا ہے سب تار تار اتاروں گا
جو پی اپنی تو اک داؤ پر میں ہاروں گا   یہ سب تو ہارا ہوں خندی تجھے بھی ہاروں گا
چڑھا ہے مجھ کو بھی اب تو نشا دوالی کا

تجھے خبر نہیں خندی یہ لت وہ پیاری ہے   کسی زمانہ میں آگے ہوا جو جواری ہے
تو اس نے جورو کی نتھ اور ازار اتاری ہے ٭ ازار کیا ہے کہ جورو تلک بھی ہاری ہے
سنا یہ تو نے نہیں ماجرا دوالی کا

یہ باتیں سچ ہیں نہ جھوٹ ان کو جانیو یارو   نصیحتیں ہیں انہیں دل میں ٹھانیو یارو
جہاں کو جاؤ یہ قصہ بکھانیو یارو   جو جواری ہو نہ برا اس کا مانیو یارو
نظیر آپ بھی ہے جواریا دوالی کا

نظیر

۷۰ — سلونوں کی راکھی

چلی آتی ہے اب تو ہر کہیں بازار کی راکھی
سنہری سبز ریشم زرد اور گلنار کی راکھی

بنی ہی گو کہ نادر خوب ہر سردار کی راکھی
جلد۲ سلونوں میں عجب رنگیں ہی اس دلدار کی راکھی
نہ پہونچے ایک گل کو یار جس گلزار کی راکھی

عیاں ہی اب تو راکھی بھی چمن بھی گل بھی شبنم بھی
جھمک جاتا ہی موتی اور جھلک جاتا ہی ریشم بھی
تماشا ہی اہا ہا ہا غنیمت ہے یہ عالم بھی
اٹھانا ہاتھ پیارے واہ وا ٹک دیکھ لیں ہم بھی
تمہاری موتیوں کی اور زری کے تار کی راکھی

مچی ہے ہر طرف کیا کیا سلونوں کی بہار اب تو
ہر اک گلرو پھرے ہی راکھی باندھی ہاتھ میں خوش ہو
ہوس جو دل میں گزرے ہی کہوں کیا آہ میں تم کو
یہی آتا ہی جی میں بن کے بامھن آج تو یارو
میں اپنے ہاتھ سے پیارے کی باندھوں پیار کی راکھی

ہوئی ہی زیب و زینت اور خوباں کو تو راکھی سے
ولیکن تم سے اے جاں اور کچھ راکھی کے گل پھولے

دوانی بلبلیں ہوں دیکھ گل چننے لگیں تنکے
جاندار تمہارے ہاتھ سے مہندی سے انگشتوں نے ناخن
گلستاں کی چمن کی باغ کی گلزار کی راکھی

ادا سے ہاتھ اٹھنے میں گل راکھی جو ہلتے ہیں
کلیجے دیکھنے والوں کے کیا کیا آہ چھلتے ہیں
کہاں نازک یہ پہنچے اور کہاں یہ رنگ ملتے ہیں
چمن میں شاخ پر کب اس طرح کے پھول کھلتے ہیں
جو کچھ خوبی میں ہے اس شوخ گل رخسار کی راکھی

پھریں ہیں راکھیاں باندھے جو ہر دم حسن کے تارے
تو ان کی راکھیوں کو دیکھ اے جاں چاؤ کے مارے
پہن زنار اور قشقہ لگا ماتھے اوپر بارے
نظیر آیا ہے باہمن بن کے راکھی باندھنے پیارے
بندھا لو اس سے تم ہنس کر اب اس تہوار کی راکھی

نظیر

جلد۲

۱۷ ـ صرّاف

کتنے اسی بازار میں زر کے ہی پیشہ دار ہیں
بیٹھے ہیں کر کر کوٹھیاں زر کے لگے انبار ہیں
سب لوگ کہتے ہیں انھیں یہ سیٹھ ساہوکار ہیں

ہیں فرش کوٹھی میں بچھے تکیے لگے ہیں زر فشاں
بہیاں کھلی ہیں سامنے لکھتے ہیں لکھن کاراں
کچھ پیٹھ کچھ پرپیٹھ کی آتی ہیں باتیں درمیاں
لاکھوں کے لکھتے درشنی سو سیکڑوں کی ہنڈیاں
کیا کیا متی اور سود کی کرتے سدا ٹکرار ہیں

تھوڑی سی پونجی جن کی ہے بیٹھے ہیں وہ بھی لے کر یاں
ادھر ٹکے دس بیس کے اودھر دھری ہیں کوڑیاں
اور جو ہیں حد سے پونجے ان کوڑیوں کی تھیلیاں
کاندھوں پہ رکھ جاتے ہیں واں گنتی جہاں ہیں گنڈیاں
دیکھا تو یہ سب پیٹ کے دھندے ہیں اور بیکار ہیں

نظیر

جلد۱

۴۷ ۔ مجمعِ احباب

خوش گزرتے تھے اس طرح ایّام — عیش رہتا تھا صبح سے تا شام
جمع رہتے تھے بزم میں وہ حسیں — نہ ہوئی ہیں نہ ہوئیں گی جو کہیں
خوبرو کوئی نازنیں کوئی — مہوش کوئی مہ جبیں کوئی
شوخ چالاک خوش مزاج ذہیں — سن جوانی کا سب کے سب شوقین
خوشنما خوش مزاج خوش اسلوب — ایک ایک اپنے طرز پر محبوب
آشنا دوست سب کے سب ہمراز — خوش بیاں کوئی کوئی خوش آواز
شہرہ پایا تھا خوش جمالی سے — سب کے سب خاندانِ عالی سے
شوخ ہر ایک کی طبیعت تھی — طرفہ یادش بخیر صحبت تھی
شوق ہر ایک فن کا رہتا تھا — چرچا شعر و سخن کا رہتا تھا
کھانا بے ڈھنگی نہ پچتا تھا — میلا ٹھیلا کوئی نہ بچتا تھا
روز رہتا تھا لطفِ سیر و شکار — شب کو بجتی تھی بین دن کو ستار
وضع کی سب کو گو تھی پابندی — پر نہ بچتی تھی کوئی نوچندی
دوست جتنے تھے رہتی تھی ہمراہ — کربلا میں کبھی کبھی درگاہ

رہتا تھا تیرھویں کا جلسہ یاد شام سے جاتے تھے حسین آباد
لوگ پہلے سے واں پہ جاتے تھے فرش تا لابِ پر بچھاتے تھے جلسہ
صحبتِ عیش گرم رہتی تھی کچھ نہ آپس میں شرم رہتی تھی
رات ہنس بول کے گزارتے تھے صبح سب اپنے گھر سدھارتے تھے
ہوش باقی نہ رہتا تھا تن کا آتا تھا جب مہینہ ساون کا
دل کے ارمان سب نکالتے تھے جھولے باغوں میں جا کے ڈالتے تھے
جمع ہوتے تھے سینکڑوں محبوب خوش گلو خوش مزاج خوش اسلوب
لذتِ زندگی اٹھاتے تھے سنتے تھے گاتے تھے بجاتے تھے
خوش گلو جب کہ تان لیتے تھے دل تو کیا چیز جان لیتے تھے
پڑتے پڑتے اڑاتے تھے دل کے کوکتے تھے مثال کوئل کے
لطفِ صحبت کا جو اٹھاتے تھے بن بلائے سب آپ آتے تھے
جمع ہونے لگے جو غیرتِ حور صحبت اپنی بھی ہو گئی مشہور
دیکھ بے طرح ہم فقیروں کو رشک آنے لگا امیروں کو

حق تو یہ ہے کہ جائے حیرت تھی
کچھ عجب نکھری نکھری صحبت تھی

حزنِ شوق

جلد

۴۳- آگرہ کی تیراکی

جب پیرنے کی رُت میں دلدار پیرتے ہیں   عاشق بھی ساتھ ان کے غمخوار پیرتے ہیں
بھولے سیانے نادان ہشیار پیرتے ہیں   پیر و جوان و لڑکے عیّار پیرتے ہیں
ادنے غریب مفلس زردار پیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

جھرنے سے لے کے یارو سجا کا تا پیالہ   چھتری سے برج خونی دارا کا چونترا کیا
مہتاب باغ، سیّد نیلی قلعہ و روضہ   غل شور کی بہاریں انبوہ سیر چرچا
ہر اک مکاں میں ہو کر ہشیار پیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

باغِ حکیم اور جو شیو داس کا چمن ہے   ان میں جگہ جگہ پہ مجلس ہے انجمن ہے
میوہ مٹھائی کھانے اور ناچ دل لگن ہے   کچھ پیرنے کی دھومیں کچھ عیش کا چلن ہے
ہر اک مکاں میں ہو کر ہشیار پیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں۔

برسات میں جو آکر چڑھتا ہے خوب دریا   ہر جا کھڑی و چادر، بند اور نانہ چکوا

جلدا
مینڈا بھنور اچھال جو پکر سمیٹ مالا   مینڈا گھمیر تختہ کستے پچھاڑ کرّا
واں بھی ہنر سے اپنے ہشیار تیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار تیرتے ہیں

تربنی میں اہا ہا ہوتی ہیں کیا بہاریں   خلقت کے ٹھٹھ ہزاروں ہر ایک کی قطاریں
تیریں، نہاویں اچھلیں کودیں لڑیں پکاریں   لیتے وہ چھینٹ غوطے کھا کھا کے ہاتھ ماریں
کیا کیا تماشے کر کر اظہار تیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار تیرتے ہیں

جمنا کا پاٹ گویا صحنِ چمن ہے بارے   ہیر اک اس میں پریاں جیسے کہ چاند تارے
منہ چاند کے سے ٹکڑے تن گورے پیارے پیارے   پریوں سے بھر رہے ہیں منجدھار اور کنارے
کچھ وار تیرتے ہیں کچھ پار تیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار تیرتے ہیں

کتنے کھڑے ہی تیریں اپنا دکھا کے سینہ   سینہ چمک رہا ہے ہیرے کا جوں نگینہ
آدھے بدن پہ پانی آدھے پہ ہے پسینہ   سردوں کا بہہ چلا ہے گویا کہ اک قرینہ
دامن کمر پہ باندھے دستار تیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار تیرتے ہیں

جاتے ہیں ان میں کتنے پانی پہ صاف ہوتے　　کتنوں کے ہاتھ پنجرے کتنوں کے سر پہ طوطے
کتنے پتنگ اڑاتے کتنے سوئی پروتے　　حقّوں کا دم لگاتے ہنس ہنس کے شاد ہوتے　جلدیہ

سو سو طرح کا کر کر لبستار پیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

کچھ ناچ کی بہاریں پانی کے کچھ لتاڑے　　دریا میں مچ رہے ہیں اندر کے سو اکھاڑے
بڑھ بڑھ کے گلرخوں سے دونوں طرف کراڑے　　بجرے و ناؤ چھوڑ ڈونگی سب نے لتاڑے

اس جھمگٹوں سے ہو کر سرشار پیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

ناؤں میں وہ جو گلرو ناچوں میں چھک رہے ہیں　　جوڑے بدن میں رنگیں گہنے جھنک رہے ہیں
تانیں ہوا میں اڑتیں طبلے کھڑک رہے ہیں　　عشق و طرب کی دھومیں پانی چھپک رہے ہیں

سو ساٹھ کے بنا کر اطوار پیرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

ہر آن بولتے ہیں سید کبیر کی جے　　پھر اس کے بعد اپنے استاذ پیر کی جے
مور مکٹ کنہیا، جمنا کے تیر کی جے　　پھر غول کے سب اپنے خورد و کبیر کی جے

ہر دم یہ کر خوشی کی گفتار پیرتے ہیں:
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتی ہیں

جلد۲

کیا کیا نظیریاں کے ہیں پیرنے کے بانی ہر جن کے پیرنے کی ملکوں میں آن مانی
اُستاد اور خلیفہ سب گردیا رجانی سب خوش رہیں جب تک جمنا کے بیچ پانی
کیا کیا ہنسی خوشی سے ہر بار پیرتی ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتی ہیں

نظیر

۴۳۔ کُشتی

کس چکا کا چھے کے تئیں جس دم پھر ہوا سامنے بجا کر خم
مرزا نے دھج بنا قدم گاڑا لونڈے کو ڈھاک پر چڑھا مارا
نیچے لینے کا مرزا نے کر ٹھاٹ کیا لونڈے پہ وہیں ہی دھوبی پاٹ
چاہے تھا رانوں میں اُسے جکڑا لونڈے نے دوڑ مالکھم پکڑا
کر کلا زنگ دے بغل کے بیچ کیا کیا اس کو دکھائے اونچ او رنیچ
دھنس کے ٹھوں میں پھر اٹھا کے جھٹ کہا در کہہ اب کے جت کروں یا پٹ"

کشتی کا لونڈے کو پڑا جو مزا کہا "ہو جس طرح سے تیری رضا"
بولے مرزا "برا نہ مانو گے
اپنا استاد مجھ کو جانو گے"

سودا

۷۵۔ مار پھینک

صیاد نے جو دیکھا ہرن اٹھ چلا جھپاک
جلدی سے دوڑا پیچھے ہرن کے وہ سینہ چاک
سونٹے کو پھینک مارا جو پھرتی سے اس نے تاک
بھاگا ہرن لگا وہیں گیدڑ کے آ کھٹاک
سر اس کا پھوٹا اور وہ سلامت گیا ہرن

نظیر

۷۶۔ پتنگ بازی

لاتا ہے پھیر پھار کے تکل جو اپنی واں | کہتا ہے کوئی اُن سے خبردار ہو میاں
اب پیچ پڑنے کو ہے نہ دیجے اتنی ٹھکیاں | گھبرا کے کنّے اس کے نہ پھنسنے دو میری جاں

اچھا نہیں ہے مفت کھپانا پتنگ کا

جلد اُکھڑ پیچ پڑ گئے تو یہ کہتے ہیں دیکھیو رہ رہ اسی طرح سے نہ اب دیجئو ڈھیل کو
پہلے تو یوں قدم کے تئیں ادمیاں رکھو پھر ایک رگڑا دیکے ابھی اس کو کاٹ دو
ہیگا اسی میں فتح کا پانا پتنگ کا

کٹتا ہے جو پتنگ تو پھر لوٹتے اسے دو دو ہزار دوڑتے ہیں چھوٹے اور بڑے
کاغذ ذرا سا ملتا ہے یا ٹکڑے کانپ کے جب اس طرح کی سیر بھلا آن کر کرے
پھر سوچئے تو کیا ہے ٹھکانا پتنگ کا

نظیر

۷۷۔ عیش پرستی

عجب لوگ ہیں وہ کہ جن کو مدام نہیں ہے بجز خوش دلی اور کام
میسّر ہے ہر وقت خوباں کا دید ہے ہر شب شبِ قدر ہر روز عید
کسی زلف سے گاہ کرتے ہیں لہو گہے نشۂ مے میں رہتے ہیں محو
گہے بوس لب سے کنایات ہے گہ آنکھوں میں حرف و حکایات ہے
کبھو ڈے ہے وہ لاکھ زوروں سے جام کبھو لے ہے یہ سو نہوروں سے کام

کبھو سیر بجتی ہے آہنگ کی کبھو تھاپ لگتی ہے مردنگ کی

کبھی ناچتا ہے وہ مہوش حضور کہ جوں برق رخشندہ یکسر ہے نور

ہے جنبش میں جس کی یہ سب تاؤ بھاؤ کہ جوں شعلہ بھڑکے ہے بہنے سے باؤ

وہ نکلی یہ سب زیب و زیور میں غرق کہ نکلے ہے جس طرح بادل سے برق

کروں کیا میں صورت کا اس کی بیاں کہ ہر عضو اس کا تھا آشوب جاں

تھی خلقت سے اس آب و گل کی بری نجانے کہ تھی حور یا وہ پری

وہ گھنگرو کہ جن کی جھمک یہ بلائے کہ مردہ کو خوابِ عدم سے جگائے

ہوئی ان کی جب پاؤں میں اس کے جا ہوا چار سو شور محشر بپا

زبس عود سوزوں میں روشن تھا عود تھی بوئے خوش اتنی کثیر الوجود

کہ کہتی تھی گھبرا کے ہر دم نسیم کہ اٹھتا نہیں مجھ سے بارِ شمیم

مئے لعل مانند خونِ حمام کہ یاقوت جس کا ہے ادنیٰ غلام

ہر اک سمت تھا اس کا مجلس میں دور چلے تھے زن و مرد پانی کے طور

یونہیں تھا کوئی لحظہ یہ ناؤ نوش
تھے عیش و طرب ہمدگر گرم جوش

قائمؔ

۷۸۔ چوسر کا کھیل

جلد۲

عجب طرح کی وہ رنگین چوپڑ غرض بچھائی ہے اب خدا نے
کوئی ہے پھیکل کسی کا جگ ہے پھریں ہیں نردیں بھی خانے خانے
جو پاسا پھینکے بنا بنا کر وہ داؤں کتنے ہی دل میں ٹھانے
جو چاہتا ہو اٹھارہ آویں تو اس کو پڑتی ہیں تین کانے
پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا کروڑوں پنڈت ہزاروں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

نظیر

۷۹۔ دلّی دربار

سنہ ۱۹۰۴ء

سر میں شوق کا سودا دیکھا دہلی کو ہم نے بھی جا دیکھا
جو کچھ دیکھا اچھا دیکھا کیا بتلائیے کیا کیا دیکھا
نظم ہے مجھ کو بادۂ صافی شغل یہی ہے دل کو کافی

جلد

مانگتا ہوں یاروں سے معافی　　خیر اب دیکھئے لطفِ توافی
جمنا جی کے پاٹ کو دیکھا　　اچھے ستھرے گھاٹ کو دیکھا
سب سے اونچے لاٹ کو دیکھا　　حضرت ڈیوک کناٹ کو دیکھا
پلٹن اور رسالے دیکھے　　گورے دیکھے کالے دیکھے
سنگینیں اور بھالے دیکھے　　بینڈ بجانے والے دیکھے
خیموں کا اک جنگل دیکھا　　اس جنگل میں منگل دیکھا
برہما اور وُرنگل دیکھا　　عزت خواہوں کا دنگل دیکھا
سڑکیں تھیں ہر کمپ سے جاری　　پانی تھا ہر پمپ سے جاری
نور کی موجیں لمپ سے جاری　　تیزی تھی ہر جمپ سے جاری
کچھ چہروں پہ مردی دیکھی　　کچھ چہروں پہ زردی دیکھی
اچھی خاصی سردی دیکھی　　دل نے جو حالت کردی دیکھی
ڈالی میں نارنگی دیکھی　　محفل میں سارنگی دیکھی
بے رنگی بارنگی دیکھی　　دہر کی رنگارنگی دیکھی
اچھے اچھوں کو بھٹکا دیکھا　　بھیڑ میں کھاتے جھٹکا دیکھا
منہ کو اگرچہ لٹکا دیکھا　　دل دربار سے اٹکا دیکھا

ہاتھی دیکھے بھاری بھرکم ان کا چلنا کم کم تھم تھم

زرّیں جھولیں نور کا عالم میلوں تک وہ چھم چھم چھم چھم جلوس

پرتھا پہلو سے مسجد جامع روشنیاں تھیں ہر سو لامع

کوئی نہیں تھا کسی کا سامع سب کے سب تھے دید کے طامع

سرخی سڑک پہ کٹتی دیکھی سانس بھی بھیڑ میں گھٹتی دیکھی

آتشبازی چھٹتی دیکھی لطف کی دولت لٹتی دیکھی

چوکی اک چو لکھی دیکھی خوب ہی چکھی پکھی دیکھی

ہر سو نعمت رکھی دیکھی شہد اور دودھ کی کھی دیکھی

ایک کا حصہ من و سلوے ایک کا حصہ تھوڑا حلوے

ایک کا حصہ بھیڑ اور رلوے میرا حصہ دور کا جلوے

اوج بھی برٹش راج کا دیکھا پرتو تخت و تاج کا دیکھا

رنگ زمانہ آج کا دیکھا رُخ کرزن مہاراج کا دیکھا

پہنچے پھاند کے سات سمندر تخت میں اُن کے بیسیوں بندر

حکمت و دانش ان کے اندر اپنی جگہ ہر ایک سکندر

اوجِ بخت ملاقی اُن کا چرخِ ہفت طباقی اُن کا

محفل ان کی ساقی ان کا آنکھیں میری باقی ان کا

جلد ۱۲ ہم تو ان کے خیر طلب ہیں ہم کیا ایسے ہی سب کے سب ہیں

ان کے راج کے عمدہ ڈھب ہیں سب سامانِ عیش و طرب ہیں

اگزبشن کی شان انوکھی ہر شے عمدہ ہر شے چوکھی

اقلیدس کی ناپی جوکھی من بھر سونے کی لاگت سوکھی

جشنِ عظیم اس سال ہوا ہے شاہی فورٹ میں بال ہوا ہے

روشن ہر اک ہال ہوا ہے قصۂ ماضی حال ہوا ہے

ہے مشہور کوچہ و برزن ہال میں ناچیں لیڈی کرزن

طائرِ خوش تھے سب کے پرزن رشک سے دیکھ رہی تھی ہر زن

ہال میں چمکیں آ کے یکایک زرّیں تھی پوشاک جھکا جھک

محو تھا ان کا اوجِ سماک چرخ پہ زہرا ان کی تھی گاہک

گو رقاصۂ اوجِ فلک تھی اس میں کہاں یہ نوک پلک تھی

اندر کی محفل کی جھلک تھی بزمِ عشرت صبح تلک تھی

کی ہے یہ بندش ذہن رسا نے کوئی مانے خواہ نہ مانے

سنتے ہیں ہم تو یہ افسانے جس نے دیکھا ہو وہ جانے ایضاً

جلد۲

۸۰- دلّی دربار

۱۹۱۲ء

دیکھ آئے ہم بھی دو دن رہ کر دہلی کی بہار — حکم حاکم سے ہوا تھا اجتماع انتشار
آدمی اور جانور اور گھر مزیّن اور مشین — پھول اور سبزہ چمک اور روشنی اور ریل تار
کیرو سین اور برق اور پٹرولیم اور تارپین — موٹر اور ایروپلن اور جھگڑے اور اقتدار
مشرقی تپلوں میں تھی خدمتگزاری کی امنگ — مغربی شکلوں سے شانِ خود پسندی آشکار
شوکت و اقبال کے مرکز حضورِ امپرر — زینت و دولت کی دیبی امپرس عالی تبار
بحرِ ہستی لے رہا تھا بے دریغ انگڑائیاں — ٹمز کی امواج جمنا سے ہوئی تھیں ہمکنار
انقلاب دہر کے رنگین نقشے پیش تھے — تھی پئے اہل بصیرت باغِ عبرت میں بہار
ذرے ویرانوں سے اٹھتے تھے تماشہ دیکھنے — چشم حیرت بن گئی تھی گردشِ لیل و نہار
مصلحت آمیز ہر طرز و طریق و انتظام — حکمت آگیں ہر ادائے حاکمانِ نامدار
جامے سے باہر نگاہِ نازِ فتاحانِ ہند — جذّرِ قانونی کے اندر آرزؤں کی قطار
خرچ کا ٹوٹل دلوں میں چٹکیاں لیتا ہوا — فکر ذاتی میں خیالِ قوم غائب فی المزار
دعوتیں انعام اسپیچیں قواعد فوج کیمپ — عزتیں خوشیاں امیدیں احتیاطیں اعتبار

جلد ۲

پیش رو شاہی تھی پھر ہز ہائینس پھر اہل جاہ
بعد اس کے شیخ صاحب پیچھے ان کی خاکسار

اکبر

۸۱- مراجعت وطن

بارے آئی نجات کی باری — کھل گیا عقدۂ گرفتاری
کوچ ٹھہرا مقام غربت سے — اب وطن چلنے کی ہی تیاری
کالے پانی سے ہوتے ہیں رخصت — اشک شادی ہیں آنکھوں سے جاری
بیٹھتے ہیں جہاز دودی پر — اٹھتے ہیں لنگر گرانباری
السلام اے خروش بحر محیط — السفر اے سفینۂ جاری
سامنے ہر طرف سمندر ہے — سایۂ آسمان زنگاری
ہمسفر قافلے ہیں موجوں کے — خضر اور نوح کی ہی سالاری
دن کو خورشید کی زر افشانی — رات کو اوس کی گہر باری
پانی کے اٹھتے ہیں بلند پہاڑ — اس پہ آتی ہی موج کی باری
پانی پہ چڑھ کے پانی بہتا ہی — قدرت حق کی ہے نموداری

نکلے دریائے شور سے صد شکر بحرِ شیریں کی آگئی باری
نظر آیا سوادِ کلکتہ جلد۱
شکر ہے شکرِ حضرتِ باری

منیر

۸۴ — سفرنامہ

پاؤ توفیق ٹک تو سر کو دھنو یہ بھی اک سانحہ ہے میرؔ سنو
ہم کو درپیش تب سفر آیا جب کہ برسات سر ہی پر آیا
ابر ہونے لگے سفید و سیاہ پانی رستوں میں کیچ ساری راہ
سب کی دریا پہ ہو کے راہ پڑی پانی کی سطح پر نگاہ پڑی
ہوش جاتا تھا دیکھ جوشِ آب گوش کرتا تھا گرخروشِ آب
آب تہ دار اور تیرہ بہت لہر اٹھتی جو تھی سو خیرہ بہت
پانی پانی تھا شور سے طوفاں دیکھ دریا کو سوکھتی تھی جاں
ناؤ میں پاؤں ہم نے بارے رکھا خوف کو جان کے کنارے رکھا
جب کہ کشتی رواں ہوئی واں سے جسم گویا کہ تھا تہی جاں سے

جلد ۴

کیا کہیں ڈوب ہی چلے تھے ہم — ناخدائی خدا نے کی اس دم
ریلا پانی کا جب کہ آتا تھا — خوف سے جی ہی ڈوبا جاتا تھا
خطرِ غرق سے تھی طاقت طاق — بیخودی سے ہوا تھا استغراق
بد بلا سے تھے ہمکنار ہوئے — تھا خدا ہی جو بہہ کے پار ہوئے
کسو درویش کا تھا یمنِ قدم — جا کے پہنچے جو اس کنارے ہم

ورنہ اعمال نے ڈبویا تھا
گوہرِ جاں سے ہاتھ دھویا تھا

پار کا گنج تھا جو شاہ درا — سب نے رہنا وہیں کا جی میں دھرا
فاصلہ ایک کوس کا تھا بیچ — راہ واں سے یہاں تلک سب کیچ
تھے بہت بیچ میں نشیب و فراز — پہونچے واں شام کھینچ رنج دراز
جا کے حیران ہوئے کدھر جائیں — سر گھسیڑیں جو ٹک جگہ پائیں
تگ و دو ہر طرف لگے کرنے — تسپہ پڑتے تھے مینہ کے جھرنے
کوئی میداں میں کوئی چھپر میں — کوئی در میں کوئی کسو گھر میں
گھر بلا صاحبوں کو ایسا تنگ — جس سے بیت الخلا کو آوے ننگ
بیٹھنے دیں نہ جبکہ صاحب کو — کون پوچھے نفر مصاحب کو

ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے سرا پائی ویسے گھر چھوٹے ویسے جا پائی
رہنا بھٹیاری کا غنیمت جاں جو کہا اس نے ہم گئی سب ماں جلد۲
کچھ پکانے کا جب سوال کیا میں نے اظہار اپنا حال کیا
یاں جو لائے ہیں مجھ کو اپنے ساتھ زندگانی مری ہے اُن کی ہاتھ
پہونچے ہو اُن کے سو بہر طعام صبح کا صبح مجھ کو شام کا شام
جو کچھ آیا سو کھا لیا میں نے کچھ رہا سو اٹھا دیا میں نے
سُن کے اک دل سے کھینچی اُس نے آہ اور بولی کہ واہ صاحب واہ
ہم تو جانا تھا آدمی ہو بڑے چار پانچ آدمی ہیں پاس کھڑے
کچھ یہ کھا دیں گے کچھ کھلاویں گے ہم کچھ ان کے سبب سے پاویں گے
سو تو نکلے ہو کورے بالم تم ہو گدا جیسے شاہ عالم تم
کھانے پینے کی کچھ نہیں ہے بات دیکھئے کس طرح سے گزرے رات
صدقے میں ایسے بھی آتا رے کے سو گئے بخت گھر ہمارے کے
میں کہا مہترانی جی کچھ لو مجھ سے آزردہ دل نہ اتنی ہو
بعضے کھاتے ہیں کچھ کھلاتے ہیں بعضے مجھ سے بھی آتے جاتے ہیں
بارے جوں توں ہوئی وہ رات تمام صبح کو صاحبوں کا ٹھہرا مقام

یہ بھی دن شب ہوا سحر تھا کوچ — نمازی آباد کو گئے سب پوچ

جلدہ صاحب اُترے حویلی میں آ کر — باغ میں اس کے سب نفر جا کر

واں سے میرٹھ سبھوں کی تھی منزل — کیچ پانی اگرچہ تھا حائل

گرتے پڑتے پہنچ گئے سارے — ہم جفائے سپہر کے مارے

واں دلاور تنگ پھر واں سے — جا کے واں تنگ آ گئے جاں سے

اک گھڑی بود و باش کو پائی — کچھ نہ کھانے کو جس میں نہ کھائی

چھوٹی چھپاٹی سی چار دیواری — اور میدان تھی گڑھی ساری

پھر نہ میدان بھی برابر تھا — ہر قدم ایک غار و چقمر تھا

کھنڈرے اس میں تھے تین چار مکاں — جن کا گرنے پہ سخت ہی میلاں

وہ گڑھی ساری کھیتی ناج کی تھی — برسوں سے تھی پڑی نہ آج کی تھی

وہ رہے جو رکھے بہت سے لوگ — یا کوئی جوگی جو کرے واں جوگ

ورنہ مشکل بہت ثباتِ قدم — دل میں اک ہول ہی رہے ہر دم

یاد سے دن جو سائیں سائیں کرے
رات ہووے تو بھائیں بھائیں کرے [illegible]

کتوں کے چار اور رستے تھے — کتے ہی واں کہے تو بستے تھے

سانجھ ہوتے قیامت آئی ایک — شورِ عف عف سے آفت آئی ایک

گلہ گلہ گھروں میں پھرنے لگے — روٹی ٹکڑے کی بو پہ گرنے لگے جلڈا

جب کہ ہڈی پہ چار چار لڑیں — گوشت پر بھیڑیئے سے دوڑ پڑیں

ایک نے ایک دیگچا چاٹا — ایک آیا سو کھا گیا آٹا

اک طرف ہی چپڑ چپڑ کی صدا — یعنی کتا ہی چسکی چاٹ رہا

ایک کے منہ میں ہانڈی ہی کالی — ایک نے چھلنی چاٹ ہی ڈالی

تیل کی کپی ایک لے بھاگا — ایک چکنے گھڑے سے جا لاگا

ایک نے دوڑ کر دیا پھوڑا — پھر پیا آ کے تیل اگر چھوڑا

گھورنے اک لگا اندھیرا کر — ایک نے اور ایک پھیرا کر

گھر میں چھینکے اگر تھے توڑ دیئے — ہانڈی باسن گرا کے پھوڑ دیئے

جھڑجھڑاتے ہی کان کو کوئی — روئے ہے اپنی جان کو کوئی

لوگ سوتے ہیں کتے پھرتے ہیں — لڑتے ہیں دوڑتے ہیں گرتے ہیں

سر پہ دربان کے بلا ہی رہی — کتا ایک آدھ گھر میں جا ہی رہا

منہ میں کف دور دور کرنے سے — حال بے حال شور کرنے سے

تو کہے سن کے وہ گلا پھاٹا — باولے کتے نے اسے کاٹا

جلد۴

جاگتے ہو تو دوبدو کتے | سو کر اٹھو تو روبرو کتے
باہر اندر کہاں نہ تھے کتے | بام و در چھت جہاں تہاں کتے

یارو کتے کی جان کا تھا روگ
جاں بلب ہوں نہ کس طرح سے لوگ

بستی دیکھی تو ایسی تھی آباد | کہ بیاباں سخت سے وے یاد
چار چھپر کہیں چماروں کے | سو بھی ٹوٹے گرے بچاروں کے
پھر چلو آگے تو نہیں ہے کچھ | ڈھیر سا اور جو کہیں ہے کچھ
چھوٹی ٹوٹی کوئی حویلی ہے | سو بھی میدان میں اکیلی ہے
ایک دو مردے سے پڑے ہیں واں | زرد زرد ہو گئے ہیں لب بے ناں
اور جو چار گھر نظر آئے | ان کی خوبی کھلے وہیں جائے
وہ بھی کولی چمار تھے کوئی | فاقوں کے زیر بار تھے کوئی
اس سے آگے بڑھے تو دھنیوڑ تھے | اجڑے بچھڑے انھوں کے کچھ گھر تھے
صورتیں کالی کالی سوکھے سے | سارے کنگال اور بھوکے سے
اور آگے گئے تو تھا بازار | اس میں بنیوں کی تھیں دکانیں چار
ایک کے پاس دال کچھ آٹا | تس کو بھی مکھیوں نے تھا چاٹا

جلد

ایک کے پاس جو کچھ اور چنے — چھبڑوں میں خاک دھول ایک گنے
چوتھا باقی رہا سو تھا کنگال — نام کو کہتے ہیں اسے بقال
ایک کنجڑے پہ چار گٹھی پیاز — تس پہ اس کو ہزار غمزہ و ناز
کیا کہوں مرچ تھی نہ ادرک تھی — اس مچھندر میں کچھ تو بھدرک تھی
ایک دوکان تھی پساری کی — اس نے ہم لوگوں سے بھی یاری کی
اس سے جا کر جو مانگئے ہلدی — زرد مٹی کو باندھ دے جلدی
دیکھ کر کچھ کہو تو وہ یہ کہے — بس تم اس بستی میں مہاجنی رہے
یاں جو کچھ ہے چلن وہ دیتا ہوں — میں بھی پیسے لگا کے لیتا ہوں
مانگو اس سے جو مرچ یا دھنیا — دیوے تو کیسا وہ بچا دھنیا
اس میں دو دانے اور سب کنکر — دیجئے کاغذ میں ہاتھ لمبا کر
لونگ چور اب نفر سے منگوایا — لال مرچیں کُٹی ہوئی لایا

اور اشیا انہیں سے کیجئے قیاس
آگے جاتا نہیں کہا مجھ پاس

آس پاس اس گڑھی کی آئی جھیل — گھر ہو برسات میں طریق سبیل
اس سے واں کی ہوا بہت مرطوب — ہوئے نزلہ زکام بے اسلوب

کتنے زوروں میں ہوتی ہے کھانسی ایسی جیسے گلے میں دی پھانسی

جلد ۲

کیا کڈھب چرخِ کج نے پھینکا تھا پر خدا کچھ ہمارا سیدھا تھا

جس نے قدرت نمائی کی اپنی اس بلا سے رہائی کی اپنی

بدزبانی کا مجھ کو کب ہے دماغ ایسی باتوں سے ہیں کیا ہے فراغ

ہو چکی صاحبوں کی فرمائش

چپ رہو اب ہے زمانِ آسائش

میر

۴۳۔ تصویر غازی انور پاشا

ہلتا ہے جگر خوف سے رعشہ ہے بدن میں تصویر میں اک شیر جری دیکھ رہا ہوں

اک شانِ تحکم ہے عیاں نورِ جبیں سے آنکھوں کو فراست سے بھری دیکھ رہا ہوں

انداز یہ کہتا ہے نگاہیں ہیں غضب کی چہرے پہ مگر بے خبری دیکھ رہا ہوں

شمشیر بکف تاؤ سے مونچھیں ہیں خمیدہ اک خصلتِ شیرِ ببری دیکھ رہا ہوں

بتلائے کوئی مجھ کو یہ کس قوم سے ہوگا ہیں سر پہ کلاہِ تتری دیکھ رہا ہوں

حیرت ہے مجھے کس کی یہ تصویر ہے اے نجم

اس شکل میں شانِ عمری دیکھ رہا ہوں

نجم

جلد۲

۸۴ — بے نظیر شاہ

غضب ہوگا اس کا رخِ دل پذیر / ہے پروانہ جس شمع کا بے نظیر
وہ کندن سا چہرہ دمکتا ہوا / وہ گورا بدن کیا چمکتا ہوا
بسنتی فقط ایک تہبند پاس / سجیلے بدن پر غضب کا لباس
رفیق اس کے کیا کیا محبت شعار / حسین و طرح دار عالی وقار
جبیں سے عیاں شانِ شاہنشہی / فقیری میں بھی صولتِ خسروی
بھرا پاک دل میں کسی کا نیاز / پھر اس پر بھی ہر لحظہ سرگرم ناز
یہ معلوم ہوتا ہے کوئی امیر / ہوا زلفِ جاناں کا تازہ اسیر
لئے ہے کسی کی محبت میں جوگ / وہ سنتا ہے بس جوگیا اور بروگ
جو چلتا ہے وہ تو گرفتارِ غم / اٹھاتا ہے کس نازکی سے قدم
مگر دم محبت کا بھرتا ہوا / وہ جاتا ہے وہ سیر کرتا ہوا
جو کہتا ہے کوئی کرم کیجئے / ذرا دیر سائے میں دم لیجئے
تو کہتا ہے وہ ہنس کے ادبی خبر / جمے گا یہ آسن درِ یار پر
کھلا اس پہ ایسا بسنتی لباس / کہ سورج ہوا دیکھ کر بد حواس

اثر عشق کا اتنا پیدا ہوا — اسے جس نے دیکھا وہ شیدا ہوا — جلد ۲
بہت دیکھ کر جلوہ شائق ہوئے — بہت نام ہی سن کے عاشق ہوئے
زمانہ کل اس کا بیروگی بنا
خدا جانے یہ کون جوگی بنا

بے نظیر

۸۵ - چھیلا

جامے کو خوب سا چنیاتے ہیں — خال رخسار پر بناتے ہیں
مہندی بھی پتلی سی لگاتے ہیں — ناز کرتے قدم اٹھاتے ہیں
دیکھا کرتے ہیں آرسی ہر حال
محوِ رعنائی کتنے ہیں اللہ — مسی سے کرتے ہیں مسوڑھے سیاہ
رکھتے ہیں سر پہ کج ہمیشہ کلاہ — شانہ سے کام ہے گہ و بیگاہ
کپڑے نارنجی سر پہ اودی شال

میر

۸۶- تماشہ گر

جلد۱

وہ دیکھیے تو بری صورت سے احوال اور پھٹے کپڑے بڑھے ڈاڑھی کے بال اور زرد منہ آنکھوں میں آنسو
بندھی میلی سی پگڑی سر پہ اور ٹکڑے انگرکھی کے وہ کپڑے گو پھٹے تھے ہم پر اپنے فن میں تھے پورے
لگا رکھتے تھے ایسے وقت پر بچہ گلہری کا

جو ہیں اتنے میں ہم کو اس بری احوال سے دیکھا کہا اس نے کہ پھنستا ہوگا ان سے کس طرح بچا
نظر سے اس کی ہیں نکلے جب تو واں اس بات کو تاڑا کمر کو دیکھ ڈھونڈی جیب پگڑی کو ٹٹولا اس جا
وہیں ہم نے نکالا ڈھونڈھ کر بچہ گلہری کا

بے نظیر

۸۷- آدمی آدمی

دنیا میں بادشاہ ہے سو ہے وہ بھی آدمی اور مفلس و گدا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
زردار بےنوا ہے سو ہے وہ بھی آدمی نعمت جو کھا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
ٹکڑے جو مانگتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

ابدال و قطب و غوث و ولی آدمی ہوئے منکر بھی آدمی ہوئے اور کفر کے بھرے

کیا کیا کرشمے کشف و کرامات کی کئے حتّٰی کہ اپنے زہد و ریاضت کے زور سے
جلد؟

خالق سے جا ملا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

فرعون نے کیا تھا جو دعویٰ خدائی کا شدّاد بھی بہشت بنا کر ہوا خدا
نمرود بھی خدا ہی کہاتا تھا برملا یہ بات ہے سمجھنے کی آگے کہوں میں کیا

یاں تک جو ہو چکا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی نار ہے اور آدمی ہی نور یاں آدمی ہی پاس ہے اور آدمی ہی دور
کل آدمی کا حسن و قبح میں ہے یاں ظہور شیطاں بھی آدمی ہے جو کرتا ہے مکر و زور

اور ہادی رہنما ہے سو ہے وہ بھی آدمی

مسجد بھی آدمی نے بنائی ہے یاں میاں بنتے ہیں آدمی ہی امام اور خطبہ خواں
پڑھتے ہیں آدمی ہی قرآں اور نمازیاں اور آدمی ہی ان کی چراتے ہیں جوتیاں

جو اُن کو تاڑتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی پہ جان کو وارے ہے آدمی اور آدمی کو تیغ سے مارے ہے آدمی
پگڑی بھی آدمی کی اتارے ہے آدمی چلّا کے آدمی کو پکارے ہے آدمی

اور سُن کے دوڑتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

چلتا ہے آدمی ہی مسافر ہو لے کے مال اور آدمی ہی مارے ہے پھانسی گلے میں ڈال

یاں آدمی ہی صید ہی اور آدمی ہی جال　　سچا بھی آدمی ہی نکلتا ہی میرے لال
جلاؤ
اور جھوٹ کا بھرا ہی سو ہی وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی شادی ہی اور آدمی بیاہ　　قاضی وکیل آدمی اور آدمی گواہ
تاشے بجاتے آدمی چلتے ہیں خواہ مخواہ　　دوڑے ہیں آدمی ہی مشعالیں جلا کے واہ
اور بیاہ نے چڑھا ہے سو ہی وہ بھی آدمی

یاں آدمی نقیب ہو بولے ہے بار بار　　اور آدمی ہی پیادے ہیں اور آدمی سوار
حقہ صراحی جوتیاں دوڑیں بغل میں مار　　کاندھے پہ رکھ کے پالکی ہیں دوڑے کہار
اور اس پہ جو چڑھا ہی سو ہی وہ بھی آدمی

بیٹھے ہیں آدمی ہی دکانیں لگا لگا　　اور آدمی ہی پھرتے ہیں رکھ سر پہ خوانچا
کہتا ہی کوئی لو کوئی کہتا ہے لارے لا　　کس کس طرح سے بیچے ہیں چیزیں بنا بنا
اور مول لے رہا ہی سو ہی وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی قہر سے لڑتے ہیں گھور گھور　　اور آدمی ہی دیکھ انہیں بھاگتے ہیں دور
چاکر غلام آدمی اور آدمی مزدور　　یاں تک کہ آدمی ہی اٹھاتے ہیں جا ضرور
اور جس نے وہ پھرا ہی سو ہی وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی لعل و جواہر ہیں بے بہا　　اور آدمی ہی خاک سے بدتر ہی ہو گیا

کالا بھی آدمی ہے کہ اُلٹا ہے جوں توا — گورا بھی آدمی ہے کہ ٹکڑا سا چاند کا

جلد۴

بدشکل و بدنما ہے سو ہے وہ بھی آدمی

ایک آدمی ہیں جن کی یہ کچھ زرق برق ہیں — روپے کے ان کے پاؤں ہیں سونے کی فرق ہیں

جھمکے تمام غرب سے لے تا بہ شرق ہیں — کمخواب تاش شال دوشالوں میں غرق ہیں

اور چیتھڑوں لگا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

مرتے ہیں آدمی ہی کفن کرتے ہیں تیار — نہلا دھلا اٹھاتے ہیں کاندھے پہ کر سوار

کلمہ بھی پڑھتے جاتے ہیں روتے ہیں زار زار — سب آدمی ہی کرتے ہیں مردے کا کاروبار

اور وہ جو مر گیا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

اشراف اور کمینہ سے لے شاہ تا وزیر — ہیں آدمی ہی صاحب عزت بھی اور حقیر

یاں آدمی مرید ہیں اور آدمی ہی پیر — اچھا بھی آدمی ہی کہاتا ہے اے نظیر

اور سب میں جو برا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

نظیر

۸۸- انسان

خدا نے دی ہے اسے ایسی موہنی صورت — کہ جس نے اس کی طرف دیکھا پھر نہ منہ پھیرا

خدائے پاک نے اس کو دیا ہے خلقِ عظیم — یہی تو ہے جو ہے انسانیت کا اک تحفا

جلبلہٗ

ہی اُنس مادہ اس کا محبت اس کا خمیر یہی سبب ہی جو انسان نام اُس کا ہوا
کہاں ہی سرو میں ایسی لطیف رعنائی اس آدمی کا ہی جیسا حسین قد بالا
شباب کی وہ خوش آیند دھوپ ہی منہ پر کہ جس کی گرمی سے روشن ہی چاند سا چہرا
جوانی ہی کہ وہ آبِ حیات کا چشمہ اسی سے معتدل اس جسم کی ہی آب و ہوا
اسی سے عقل میں جودت ہی فکر میں تیزی اسی سے نور ہی آنکھوں میں گوش ہی شنوا
جو کچھ کو کرنا ہی اے دل شباب میں کر لے کہ جسم پر ابھی قابو ہی چشمِ عقل ہی وا
شباب میں تھے بڑے زور دار ہاتھ مگر اب ان میں ہیبت پیری سے پڑ گیا رعشا
کبھی یہ زور تھا گینڈے کی ڈھال چیر دی تھی یہ حال ہو گیا اب ٹوٹتا نہیں دھاگا
وہ کان سنتے تھے جو پائے مور کی آواز اب اُن کے سر پہ چلے تو توپ نہ آئی صدا
کشیدہ تھا کبھی مثلِ الف جو قدِ سہی وہ منحنی ہوا ایسا کہ بن گیا ہمزا
سمجھ میں کچھ نہیں آتی حقیقت انساں کی یہ کیا ہی آب ہی آتش ہی خاک ہے کہ ہوا

ابھی ابھی تو یہ سب کچھ ہی پھر یہ کچھ بھی نہیں
عجب طلسم کا سا حال ہے کہے کوئی کیا

سیّد شاہ محمد اکبر

۸۹۔ مفلسی کے احوال

جلد ۲

جب آدمی کے حال پہ آتی ہے مفلسی
کس کس طرح سے اس کو ستاتی ہے مفلسی
پیاسا تمام روز بٹھاتی ہے مفلسی
بھوکا تمام رات سلاتی ہے مفلسی
یہ دُکھ وہ جانے جس پہ کہ آتی ہے مفلسی

کہیے تو اب حکیم کی سب سے بڑی ہے شاں
تعظیم جس کی کرتے ہیں نواب اور خاں
مفلس ہوئے تو حضرتِ لقمان کیا ہیں یاں
عیسیٰ بھی ہو تو کوئی نہیں پوچھتا میاں
حکمت حکیم کی بھی ڈباتی ہے مفلسی

جو اہلِ فضل عالم و فاضل کہاتے ہیں
مفلس ہوئے تو کلمہ تلک بھول جاتے ہیں
پوچھے کوئی الف تو اسے بے بتاتے ہیں
وہ جو غریب غربا کے لڑکے پڑھاتے ہیں
ان کی تو عمر بھر نہیں جاتی ہے مفلسی

مفلس کرے جو آن کے مجلس کے بیچ حال
سب جانیں روٹیوں کا یہ ڈالا ہے اس نے جال
گر گر پڑے تو کوئی نہ لیوے اسے سنبھال
مفلس میں ہوویں لاکھ اگر علم اور کمال
سب خاک بیچ آ کے ملاتی ہے مفلسی

جب روٹیوں کے بٹنے کا آ کر پڑے شمار
مفلس کو دیویں ایک تو نگر کو چار چار

اس مفلسی کا آہ بیاں کیا کروں میں یار
گر اور مانگے وہ تو اسے جھڑکیں بار بار
جلد۲
مفلس کو اس جگہ بھی چباتی ہے مفلسی

مفلس کی کچھ نظر نہیں رہتی ہے آن پر — دیتا ہے اپنی جان وہ ایک ایک نان پر
ہر آن ٹوٹ پڑتا ہے روٹی کے خوان پر — جس طرح کتے لڑتے ہیں ایک استخوان پر
ویسا ہی مفلسوں کو لڑاتی ہے مفلسی

کرتا نہیں حیا سے جو کوئی وہ کام آہ — مفلس کرے ہے اس کے تئیں انصرام آہ
سمجھے نہ کچھ حلال نہ جانے حرام آہ — کہتے ہیں جس کو شرم و حیا ننگ و نام آہ
وہ سب حیا و شرم اٹھاتی ہے مفلسی

یہ مفلسی وہ شے ہے کہ جس گھر میں بھر گئی — پھر جتنے گھر میں ست تھی اسی گھر کی ڈگئی
زن بچے روتے ہیں گویا نانی گزر گئی — ہمسائے پوچھتے ہیں کہ کیا دادی مر گئی
بن مردے گھر میں شور مچاتی ہے مفلسی

لازم ہے گر غمی میں کوئی شور و غل مچائے — مفلس بغیر غم کے ہی کرتا ہے ہائے ہائے
مر جاوے گر کوئی تو کہاں سے اسے اٹھائے — اس مفلسی کی خواریاں کیا کیا کہوں میں ہائے
مردے کو بن کفن کے گڑاتی ہے مفلسی

کیا کیا میں مفلسی کی کہوں خواری پھکڑیاں — جھاڑو بغیر گھر میں بکھرتی ہیں جھکڑیاں

کونوں میں جالے لپٹے ہیں چھپر میں مکڑیاں
پیدا نہووین جن کے جلانے کو لکڑیاں
دریا میں اُن کے مُردے بہاتی ہی مفلسی

بی بی کی نتھ نہ لڑکوں کے ہاتھوں کڑے رہے
کپڑے میاں کے بنئے کے گھر میں پڑے رہے
جب کڑیاں بک گئیں تو کھنڈر میں پڑے رہے
زنجیر نے کواڑ نہ پتھر گڑے رہے
آخر کو اینٹ اینٹ کھداتی ہے مفلسی

جب مفلسی سے ہووے کلانوت کا دل اداس
پھرتا ہی لے طنبورے کو ہر گھر کے آس پاس
اک پاؤ سیر آٹے کی دل میں لگا کے آس
گوری کا وقت ہووے تو گاتا ہی وہ بھیاس
یاں تک حواس اس کے اڑاتی ہی مفلسی

مفلس جو بیاہ بیٹی کا کرتا ہی بول بول
پیسا کہاں جو جاکے وہ لاوے جہیز مول
جورو کا وہ گلا ہی کہ پھوٹا ہو جیسے ڈھول
گھر کی حلال خوری تلک کرتی ہی ٹھٹھول
ہیبت تمام اس کی اٹھاتی ہی مفلسی

بیٹے کا بیاہ ہو تو نہ بھائی نہ ساتھی ہی
نے روشنی نہ باجے کی آواز آتی ہی
ماں پیچھے ایک میلی چدر اوڑھے جاتی ہی
بیٹا بنا ہی دولہا تو باوا براتی ہی
مفلس کی یہ برات چڑھاتی ہی مفلسی

چولھے توا نہ پانی کے مٹکے میں آبی ہی
پینے کو کچھ نہ کھانے کو اور نے رکابی ہی

مفلس کے ساتھ سب کے تئیں بے حجابی ہے　　مفلس کی جورو سچ ہے کہ ہاں سب کی بھابی ہے
عزت سب اس کے دل کی گنواتی ہے مفلسی　　جلا۱۲

کیسا ہی آدمی ہو پر افلاس کے طفیل　　کوئی گدھا کہے اسے ٹھیراوے کوئی بیل
کپڑے پھٹے تمام بڑھے بال پھیل پھیل　　منہ خشک دانت زرد بدن پر جما ہے میل
سب شکل قیدیوں کی بناتی ہے مفلسی

جب مفلسی ہوئی تو شرافت کہاں رہی　　وہ قدر ذات کی وہ نجابت کہاں رہی
کپڑے پھٹے تو لوگوں میں عزت کہاں رہی　　تعظیم اور تواضع کی بابت کہاں رہی
مجلس کی جوتیوں پہ بٹھاتی ہے مفلسی

رکھتی نہیں کسی کی یہ غیرت کی آن کو　　سب خاک میں ملاتی ہے حرمت کی شان کو
سو محنتوں میں اس کی کھپاتی ہے جان کو　　چوری پہ آکے ڈالے ہے مفلس کے دھیان کو
آخر ندان بھیک منگاتی ہے مفلسی

دنیا میں لے کے شاہ سے اے یارو تا فقیر　　خالق نہ مفلسی میں کسی کو کرے اسیر
اشراف کو بناتی ہے اک آن میں حقیر　　کیا کیا میں مفلسی کی خرابی کہوں نظیر
وہ جانے جس کے دل کو جلاتی ہے مفلسی

نظیر

۹۰۔ ضعفِ پیری

جلد۲

عیش و عشرت کے مزے جتنے کہ سب زور میں ہیں — خرمی خوش دلی و عیش و طرب زور میں ہیں
لذتیں فرحتیں کیا کہیے عجب زور میں ہیں — زندگانی کے مزے جتنے ہیں سب زور میں ہیں
سچ ہے یہ بات کہ ہے زور رہی میں زور مزا

جب سے کمزور ہوئے تب سے ہوا یہ احوال — سستی و ضعف و نقاہت کی چڑھائی ہے کمال
ہو گئے سب وہ اچھل کود کے نقشے پامال — اب جو چاہیں کہ چلیں پھر بھی اسی طور کی چال
قصد کرتے ہیں بہت پر کہیں جاتا ہے چلا

راہ چلنے میں یہ کچھ ضعف سے ہوتے ہیں نڈھال — ہر قدم آتے ہیں پابوس کو سو رنج و ملال
اور ٹک تند ہوا چلنے لگی تو فی الحال — چلنی پڑتی ہے پھر اس وقت تو اس طور کی چال
جیسے کیفی کوئی چلتا ہے بہت پی کے نشا

پانی پیتے ہیں تو بلغم وہ ہوا جاتا ہے — اور ذرا چکھیں تو چھینکوں کا منڈھا بندھ جاتا ہے
پیویں شربت تو ہوا زردگیاں وہ لاتا ہے — اور جو کم کھائیں تو پھر ضعف سے غش آتا ہے
پیٹ بھر کھائیں تو پھر چاہیے چورن کو ٹکا

ضعف کے دام میں اب تو کچھ اس طور اسیر — بس اب طاقت تحریر نہ تاب تقریر
جلد طبع افسردہ دل آزردہ بدن سخت حقیر — جو جو کمزوریاں کرتی ہے وہ کیا کہئے نظیر
ایسے بے بس ہیں کہ کچھ دم نہیں مارا جاتا

نظیر

۹۱ — بوڑھے بوالہوس کا مضحکہ

منہ دیکھتے ہی کہتے ہیں سب آؤ بڑے جی
کیا آئے ہو یاں کرنے کو پیری و مریدی
کیا آئے ہو حضرت ہمیں قرآن پڑھانے
ہنس ہنس کوئی پوچھے ہے نمازوں کے دوگانے
ٹھٹھے سے کوئی پھینکے ہے تسبیح کے دانے
کھینچے ہے کوئی ہاتھ کوئی پکڑے ہے لکڑی
پھٹکے کہیں اور موچھیں کہیں جاتی ہیں پکڑی
ڈاڑھی کو پکڑ کھینچ کوئی جھاڑے ہے مکڑی

نقلیں کوئی ان پوپلے ہونٹوں کی بناوے
چل کر کوئی کبڑے کی طرح قد کو جھکاوے
ڈاڑھی کے کئی انگلی کو لا لاکے نچاوے
یہ خواری تو اللہ کسی کو نہ دکھاوے

جلد ۴

نظیر

۹۲ — اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

ہیں مرد اب وہی کہ جنہوں کا ہے فن درست　　حرمت انہوں کے واسطے جن کا چلن درست
رہتا نہیں کسی کا سدا مال و من درست　　دولت رہی کسی کی نہ باغ و چمن درست
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

دنیا میں اب انہوں کو تئیں کہیے بادشاہ　　جن کے بدن درست ہیں دن رات سال و ماہ
جس پاس تندرستی و حرمت کی ہو سپاہ　　ایسی پھر اور کونسی دولت ہے واہ واہ
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

جو گھر میں اپنے میری حشمت پناہی ہے — بن تندرستی سب وہ خرابی تباہی ہے
یہ تندرستی یارو بڑی بادشاہی ہے — سچ پوچھئے تو عین یہ فضلِ الٰہی ہے
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

گر دولتوں سے اسکا بھرا ہے تمام گھر — بیمار ہے تو خاک سے بدتر ہے سب وہ زر
ہو تندرست گرچہ یہ مفلس ہے سر بسر — پھر نہ کسی کا خوف نہ ہرگز کسی کا ڈر
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

عاجز ہو یا حقیر ہو پر تندرست ہو — بے زر ہو یا امیر ہو پر تندرست ہو
قیدی ہو یا اسیر ہو پر تندرست ہو — مفلس ہو یا فقیر ہو پر تندرست ہو
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

اس میں تمام ختم ہیں عالم کی خوبیاں — ہو تندرستی اور ملے حرمت سے آب و ناں
قسمت سے جبکہ دونوں میسر ہوں پھر تو ہاں — پھر ایسی اور کونسی نعمت ہے میری جاں

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
جلد۴
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

پرواہ نہیں اگر لکھا یا پڑھا نہ ہو — محتاج حق سوا یہ کسی اور کا نہ ہو
حسن و جمال علم و ہنر گو ملا نہ ہو — اک تندرستی چاہئے کچھ ہووے یا نہ ہو

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

بیمار گرچہ لاکھ طرح سے ہو بادشاہ — تو اس کو جانئے کہ گدا سے بھی ہے تباہ
ہم تو اسی کو شاہ کہیں اور جہاں پناہ — اب جس کا تن درست ہو حرمت سے ہو نباہ

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

ہوں گرچہ لاکھ دولتیں بسیار کے گنے — اور نعمتوں کے ڈھیر لگے ہوں بنے ٹھنے
بہتر ہیں مفلسی کے میاں چاب تے چنے — جو تندرست ہیں وہی دولہا ہیں اور بنے

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

جب تندرستیوں کی رہیں دل میں بستیاں
پھر سو طرح کے عیش ہیں اور سو ہیں مستیاں
کھانے کو نعمتیں ہوں کہ ہوں فاقہ مستیاں
سب عیش اور مزے ہیں جو ہوں تندرستیاں

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

آیا جو دل میں سیرِ چمن کو چلے گئے
بازار چوک سیر تماشہ میں خوش ہوئے
بیٹھے اٹھے خوشی سے ہر اک جا چلے پھرے
جاگے مزے میں رات کو یا خوش ہو سو رہے

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

قدرت سے جو تن کی بنی ہے ہر ایک کل
جب تک یہ کل بنی ہے جبھی تک پڑے ہے کل
گر ہو خدانخواستہ ایک کل بھی چل بہ چل
پھر نے خوشی نہ عیش نہ کچھ زندگی کا پھل

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

ادنیٰ ہو یا غریب توانگر ہو یا فقیر
یا بادشاہ شہر کا یا ملک کا وزیر
ہے سب کو تندرستی و حرمت ہی دلپذیر
جو تو نے اب کہا سو یہی سچ ہے اے نظیر

جلد ۲

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

نظیر

۳۹ حقیقت و انجام

گر شاہ سر پہ رکھ کر افسر ہوا تو پھر کیا
اور بحر سلطنت کا گوہر ہوا تو پھر کیا
ماہی علم مراتب سر پر ہوا تو پھر کیا
نوبت نشان نقارا در پر ہوا تو پھر کیا
سب ملک کل جہاں کا سرور ہوا تو پھر کیا

یا رکھ کے فوج و لشکر کی سلطنت پناہی
پھیری دہائی اپنی لے ماہ تا بہ ماہی
جب آن کر فنا کی سر پر پڑی تباہی
پھر سر رہا نہ لشکر نے تاج بادشاہی
دارا و جم سکندر اکبر ہوا تو پھر کیا

یا ذات میں کہائے نامی اصیل ذاتی
جمشید فر کے پوتے نوشیرواں کے ناتی
تھے آپ شل دولہا اور فوج تھی براتی
جب چل بسے تو کوئی پھر سنگ تھا نہ ساتی
ملک و مکاں خزانہ لشکر ہوا تو پھر کیا

یا راج بنسی ہو کر دنیا میں راج پایا
چتور گڑھ ہستنا را کالنجر آ بسایا

جب توپ نے اجل کی آمورچہ لگایا　　　سب اڑ گئے ہوا پر کوئی نہ کام آیا
گڈھ کوٹ توپ گولہ سنگر ہوا تو پھر کیا　　　جلد ۴

کتنے دنوں یہ غل تھا نواب ہیں یہ خاں ہیں　　　یہ ابن شہر یاری یہ عالی خانداں ہیں
جاگیر و مال و منصب سب آج اُن کے ہاں ہیں　　　دیکھا تو اک گھڑی میں ذی نام ذی نشاں ہیں
دو دن کا شور چرچا گھر گھر ہوا تو پھر کیا

کہتا تھا کوئی دیکھو یہ ہیں امیر خاں جی　　　اور یہ ہیں خانخاناں اور یہ مشیر خاں جی
پنجہ اٹھا قضا کا جب آئے شیر خاں جی　　　پھر کس کے میر خاں جی کس کے وزیر خاں جی
عمدہ غنی توانگر با زر ہوا تو پھر کیا

کہتا تھا کوئی گھوڑا ہے نامدار خاں کا　　　یہ پالکی یہ ہاتھی ہے ذوالفقار خاں کا
آیا قدم اجل کے جب تیس مار خاں کا　　　خر بھی کہیں نہ دیکھا پھر شہسوار خاں کا
جہان میگ ڈنبر در بر ہوا تو پھر کیا

کہتا تھا کوئی یہ ڈیوڑھی ہے خان مہرباں کی　　　یہ باغ یہ حویلی ہے مخلدار خاں کی
جب اجل نے قضا کی کرنی بسولی ٹانکی　　　اک اینٹ بھی نہ پائی ہرگز کسی مکاں کی
رنگیں محل سنہرا گھر در ہوا تو پھر کیا

کتنوں نے بادشاہی کیا کیا خطاب پایا　　　نہریں بڑی کھدائیں سکہ بڑا بنایا

جب آن کر فنا نے نام و نشان مٹایا — وہ نام اور وہ سکّہ ڈھونڈھا کہیں نہ پایا
جلدہ

دو دن کا مہر چھایا یا در پہ ہوا تو پھر کیا

جاگیر میں کسی نے زر ریز ملک پایا — کر بند و بست اپنا نظم و نسق بٹھایا
لیکن سر اجل کا جب فوجدار آیا — اک دن میں حکم حاصل سب ہو گیا پرایا

ہانسی حصار ٹھٹھا بھکّر ہوا تو پھر کیا

کہتا تھا کوئی. لشکر ہے طرّہ باز خاں کا — یہ خیمہ شامیانہ ہے شہنواز خاں کا
آیا کٹک اجل کے جب یکہ تاز خاں کا — سر بھی کہیں نہ پایا پھر سرفراز خاں کا

سردار میر بخشی بڑھ کر ہوا تو پھر کیا

ہاتھی پہ چڑھ کے نکلے یا خاصہ گھوڑے اوپر — یا نالکی سنبھالی یا پالکی کی جھالر
یا لے صراحی حقّہ دوڑے جلیب اندر — جب آ اجل پکاری صاحب رہا نہ نوکر

آقا ہوا تو پھر کیا نوکر ہوا تو پھر کیا

یا لے کے اک قلمداں اور رکھ قلم کو سر پر — جوڑے حساب لاکھوں چہری لکھی سراسر
جب عمر کی کچہری جھانکی قضا نے آکر — پھر آپ نے قلمداں کاغذ رہا نہ دفتر

منشی وکیل دیواں مرہر ہوا تو پھر کیا

یا لے قضا کی خدمت ہو بیٹھے آپ قاضی — محضر قبالہ لکھے تقضیئے چکائے شرعی

اعلام سے قضا کا جب آ فنا پکاری — پھر محکمہ نہ جھگڑا قاضی رہا نہ مفتی

جلد کوڑہ کبیسہ ذرہ در پہ ہوا تو پھر کیا

کتوال بن کے بیٹھا یا صدر ہو مقرر — فاسق ڈرے ہزاروں اور چور کانپے تھر تھر

آیا قضا کا مردہ جس دم چھڑی اٹھا کر — کتوالی اور صدارت سب ہو گئی برابر

دو دن کا خوف و خطرہ در دہ ہوا تو پھر کیا

یا لے کے زر ہزاروں ہیں کرنے لگے تجارت — یا سیٹھ بن کے بیٹھے خاصی بنا عمارت

کھولیں قضا نے بہیاں جب کی اک شرارت — سب کوٹھی اور دوکانیں گر پڑیں دم میں غارت

مال و مکاں جواہر اور زر ہوا تو پھر کیا

یا ہو سپاہی بانکا ترچھا بڑا اکھایا — ہتھیار باندھ چہرہ کو چمکایا

کھیتوں میں جا کے کودا لاکھوں کے تئیں بھگایا — جب منہ اجل کا دیکھا پھر کچھ بھی بن نہ آیا

یکتا شجاع بہادر صفدر ہوا تو پھر کیا

یا ہو حکیم حاذق کرنے لگے طبابت — مردوں کے تئیں جلایا عیسیٰ کی کی کرامت

کھوئے مرض ہزاروں دعویٰ ہر اک کی صحت — جب سر پہ آئی اپنے پھر کچھ چلی نہ حکمت

لقمان یا فلاطوں آ کر ہوا تو پھر کیا

یا ہو نجومی کامل تاروں کو چھان ڈالا — سورج گہن بچائے چندر گہن نکالا

بیج وستا سے باندھے احکام کو سنبھالا　　جب وقت اپنا آیا اس وقت کو نہ ٹالا

جوتش نجوم پنڈت پڑھ کر ہوا تو پھر کیا

یا پڑھ کے دو کتابیں اور کر کے علم حاصل　　یا بھوت جن اتارے مشہور ہو کے عامل

جب دیو کا اجل کے سایا ہوا مقابل　　گنڈا رہا نہ سیانا عالم رہا نہ فاضل

تعویذ فال جب دو منتر ہوا تو پھر کیا

ماتھے پہ کھینچ ٹیکا یا ہاتھ لے کے مالا　　پوتھی بغل میں دابی زنار کو سنبھالا

پوجا کتھا بکھانی کیا کیا سبد نکالا　　کچھ بن سکا نہ آیا جب جان لینے والا

وید و پران پڑھ کر مشہور ہوا تو پھر کیا

یا زہد و بندگی میں سوکھا ہو کوئی عابد　　بیٹھا مصلوں اوپر جو مسجدوں میں ساجد

حاضر ہوا قضا کا جب آن کر مجاہد　　پھر بوریا نہ بندھنا عابد رہا نہ زاہد

روزہ نماز چلہ اکثر ہوا تو پھر کیا

حسن و جمال پاکر یا خوبرو کہایا　　یا عشق میں کسی نے جی جان کو گھٹایا

آکر پڑا سروں پر جس دم اجل کا سایا　　دونوں میں پھر کسی کو ڈھونڈھا کہیں نہ پایا

عاشق ہوا تو پھر کیا دلبر ہوا تو پھر کیا

یا نیک بن کے بیٹھے اچھے لگے کہانے　　یا ہو کے بدھرا کے دل کو لگے ستانے

آ کر بجے اجل کے جب سر پہ شادیانے — تھے نیک و بد جہاں تک سب لگ گئے ٹھکانے
جلد ۱
بہتر ہوا تو پھر کیا بدتر ہوا تو پھر کیا

کیا ہندو اور مسلماں کیا رند و گبر و کافر — نقاش کیا مصور کیا خوشنویس شاعر

جتنے نظیرؔ ہیں یاں اک دم کے ہیں مسافر — رہنا نہیں کسی کو چلنا ہے سب کو آخر
دو چار دن کی خاطر یاں گھر ہوا تو پھر کیا

نظیرؔ

۹۴ - بہرام پہلوان

خود سر کا سر ہے آٹھ پہر مسکنِ غرور — نارِ حسد سے سینہ دہکتا ہوا تنور

کجرو کے ذہن میں ہے کجی عقل میں فتور — پہلو میں دل ہے خانۂ بغض و عناد و زور

نخوت میں ہر کلام بھی بھیجا لعین کا ہے

سینے میں سنگ لاخ کلیجا لعین کا ہے

جو کچھ ہیں فن سپاہگری کے وہ سب ہیں یاد — لاکھوں کو نیزہ بازی میں ہے اس سے اعتقاد

تیر افگنی میں ثانیِ ارجن ہے بدنہاد — حاصل کمال تیغ زنی حد سے ہے زیادہ

ہمراہ گرز بھی ہے سناں بھی تبر بھی ہے
رومی کماں بھی تیغ دودم بھی سپر بھی ہے

جلد ۱

اس درجہ ہے جسیم سیہ مست سخت جاں
ہے فیل جس کے سامنے اک مورِ ناتواں

سر پہ ہے خود سنگ وہ بھاری کہ الاماں
فولاد کی زرہ میں تنِ نحس ہے عیاں

پنہاں جھلم میں چہرۂ بدعت پسند ہے
پھنس جائے جس میں دیو وہ محکم کمند ہے

انس

۹۵ - پیٹ کا بندہ

ہے عجیب و غریب زیرِ سما
ایک یاں صورت آشنا اپنا

آدھ سیر آٹے کا خدا ہے کفیل
پیٹ اس کا ہے عمرو کی زنبیل

گھر میں اب جس کے دیگچے کھڑکے
در پہ اس کے یہ بیٹھے یوں اڑ کے

گور سے پھر جو رستم آئے اٹھ کر
میت اس کی اٹھائے یا نہ اٹھائے

خوردنی کی ہو جس زمیں پہ باس
جمع واں کر کے اپنے ہوش و حواس

بیٹھ مکھی کی طرح پے در پے
دونوں ہاتھوں سے سر کو پیٹے ہے

جلد۲

ہر کسی بنیے کی دوکان پر جا — اپنی باتوں میں اس کو لے ہی لگا
کام ہر وجہ اپنا کر لیوے — کلّے بندر کی طرح بھر لیوے
نان بائی محلہ یوں فریاد — کرے ہے یارو دیکھو یہ بیداد
چاٹے ہے چوری سے رفیدی کو — مار ڈالوں گا اس پلیدی کو
جو اسے میہماں بلا وے ہے — آفت اپنے وہ گھر پہ لاوے ہے
کھانا آوے تو اس طرح ٹوٹے — جیسے کوئی کسی کا گھر لوٹے
ہاے لگے تو اس طرح بذات — جیسے جھاڑے کوئی ٹپا کے ہاتھ
ایک تھا اس کا آشنا دل سوز — وارد اس کے یہ گھر ہوا اک روز
ظاہرا اس کے گھر تھی کچھ شادی — سر مجلس بلا اسے جا دی
نہ تھی اُس کو کسی سے بات اور چیت — بھوک سے اس کے لگ رہی تھی پیت
گاہ چونکے تھا گاہ اونگھے تھا — گاہ مطبخ کی باس سونگھے تھا
جاوے بازار کو اگر وہ لئیم — خلق سمجھے کہ پہونچی فوج غنیم
بھوک میں جب ادھر یہ آتا ہے — لوگوں کو کاٹ کاٹ کھاتا ہے

چار کے کاندھے جب یہ جاویگا
توشے کی روٹی کو بھی کھاویگا — سودا

جلد۲

۹۶ - بسیار خور

جو اسے میہماں بلاوے ہے | آفت اپنے وہ گھر پہ لاوے ہے
بولتا آوے ہے قدم بقدم | کہو کھانے کو جلد دیویں دم
نہ سلام علیک نہ کچھ بات | صاحب خانہ سے کرے بذات
بیٹھتے ہی نکالے ہے یہ ذکر | پیٹ کی میرے تم کو ہے کچھ فکر
بھوک کچھ ان دنوں ہے کم میری | روٹیاں سو پچاس ادھ سیری
نان با کو کہو یہ بلوا کر | جلد ان کو تنور لگوا کر
جب تلک کھانے پک چکیں سارے | ان ہی کو لا کے میرے سرہانے
جتنے دنیا کے بیچ ہیں اشکال | اشتہا ان میں تھامنا ہے محال
جب تلک کھانا آوے ہی آوے | اسی بک بک میں جان کھا جاوے
کھانا آوے تو اس طرح ٹوٹے | جیسے کوئی کسی کا گھر لوٹے
مارے لقمے تو اس طرح بذات | جیسے جھاڑے کوئی پٹی کے ہات
وہ جو نوکر کھڑے ہوں جس تس کے | منہ کو حیراں ہو تکتے ہیں اس کے

دیگچے جب یہ چاٹ کر چھوڑے
منہ کو کھانے سے موڑے تو موڑے

سودا

جلد ۲

۹۷۔ حافظ اکول

اک حافظ ہم سے آشنا ہی — کھانے کا وہ جی سے مبتلا ہی
ہر لحظہ ہی اُس کو پیٹ کا فکر — کچھ کھائے ہی یا ہی کھانے کا ذکر
موقوف طعام پر مدارات — کچھ اس کی نہیں ہو گھاس یا پات
جو آگے تم اس کے دھر دو کھا جائے — بکری کی طرح سے مُنہ چلا جائے
حتّٰی کہ جو وقت کھانے کے آئے — کھانا نہ ملے تو مار ہی کھائے
از بسکہ یہ پیٹ کا ہی بندا — کھانے ہی کا نت اُسے ہی دھندا
ممکن نہیں جوں حباب چین آئے — گو پھول کے پیٹ دم نکل جائے
فاقوں سے زبس رہی ہے مضطر — موت اپنی وہ مانگتا ہی اکثر
پر شرط کرے ہی یہ خدا سے — مریئے بھی تو درد امتلا سے
حسرت سے غرض کہ بھر کے وہ آہ — پڑھتا ہی یہ شعر گاہ و بے گاہ
خوش زیست بسر وہ کر گئے ہیں — ہیضہ سے جو لوگ مر گئے ہیں
دیکھے ہی اگر کہیں بھری مشک — کھاتا ہی یہ بکریوں پہ واں رشک
کہتا ہی خوشا نصیب ان کے — مر کر بھی بھرے ہیں پیٹ جن کے

جلد۱۲

کاش اپنے گلے پہ بھی چھری ہو — پر کیوں ہی شکم کی توپری ہو
جاتا ہی جو تان پڑ کے یہ گھر — وہاں بیٹھے ہی جوں تنور گڑ کر
کھاتا ہی اگرچہ واں یہ بدذات — آٹے کی طرح سے کی اور لات
پر چھوڑے ہی روٹی کی یہ کب دھن — گو نکلے ہی مار سے پلیتھن
ہو آتش معدہ دونی برپائے — جوں آگ یہ جتنی لکڑئیں کھائے
ہوتا ہی کبھو جو کچھ میسر — یوں ہوئے ہی اس کو کھائے مضطر
چاہے ہے کہ دوں ہی سب نگل جائے — گو دست و دہان کچھ ہی جل جائے
قند سے بھی غرض کہ کچھ دو بالا — جوں چیونٹی اٹھائے ہی نوالا
دیکھ اس کا سلوک ہانڈی کے ساتھ — نت زیر زنخ ہے ڈوئی کا ہاتھ

جو علم کیا تھا اُن نے تحصیل
سو بھوک میں ہو گیا وہ تحلیل

قائمؔ

۹۸۔ ہجو اکول

ایک پرخور آشنا ہی پیر — سینہ سوراخ جس سے ہو کفگیر
صدمنی دیگ ہی شکم اس کا — نفسِ اژدہا ہے دم اس کا

آنت شیطان کی ہے اس کی آنت
دانت اس کا ہے ہاتھی کا سا دانت

گال کلیجے سے پھر توے سے سیاہ
کاسہ سر ہے جیسے اوندھا کڑاہ

توند کالی جو کھول جاوے لیٹ
آہنی ہے تنور اس کا پیٹ

راہ مطبخ میں پاوے ہے جو کبھی
چاٹ جاتا ہے دیگچوں تک بھی

کھانا نکلے پر آوے ہے کیسے
چیل ٹوٹے ہے گوشت پر جیسے

کیا وہ دوپیاز کھا کے ہوتا زہ
اک نوالا ہے ملا دوپیازہ

خام طمعی سے اک کرے ہے آہ
دیکھکر شب کو نان ہالۂ ماہ

کھانے پر جب وہ جی چلاتا ہے
لاٹھی ہاتھی بھی کھائے جاتا ہے

بھوک کا باولا جو آتا ہے
لوگوں کو کاٹ کاٹ کھاتا ہے

بھوک سے جب کہ غصّہ میں آوے
بز کوہی کی طرح جھنجلاوے

ہڈیوں کو نہ کہہ کہ کھا جاوے
چنے لوہے کے بھی چباوے

وہ قضا را ہوا مہماں
کھا گئی اس کی میزبانی جاں

گھر میں جو کچھ تھا سو منگوایا
کھانا اس کے لئے بھی پکوایا

کتنا کھانا بیاں کروں تجھ سے
جس پہ سو میہماں کریں تجھ سے

مختصر تھی روزگار سے ان بن
خوب کھانا تو مجھ پہ ہے روشن

چار من گاجروں کا قلیہ تھا — وہ منی دیگ بیچ دلیہ تھا

روٹیاں کس قدر بتاؤں میں — جس کو دو چار سال کھاؤں میں جلد۱

تھی ابھی روٹیوں کی جیٹ کی جیٹ — میں رہا کتنا کھا گیا وہ سمیٹ

کھانا کوئی اور کیا کھے اس کا — سارے منہ دیکھتے رہے اس کا

عقل باور اگرچہ کرتی نہیں — وہ مرے بھوکھ اس کی مرتی نہیں

جب مرے گا وہ بھوک کا روگی

روح توشے کی روٹی میں ہو گی

میر

۹۹ ہجو طبیب

کتنے ہی بیمار تھے اور ایک گھر — سو ہی تو وہ گور سے تھا تنگ تر

آن کے بیٹھا وہ ستمگار جب — گرد موئے اس کے یہ بیمار سب

چھٹتے ہی اک شخص کی دیکھی جو نبض — کہنے لگا تجھ کو بشدت ہے قبض

کچھ نہیں کرنے کا بجز اس کے سود — لکھ دیا یہ کہہ کے سفوف یہود

اور غذا اس کو یہ بتلائی دوست — ماش کی روٹی سے تو کھا ساگ پوست

کچھ ہوا پر بھی ہے تمہاری نگاہ　　گھونگھری پٹو کچھ بھی ہے ہمراہ
جلد۲ بولے یہ مینہ نہ تھا مجھے معلوم　　ورنہ لاتا میں ساتھ لے مخدوم
جب نہ سمجھا وہ اتنے رمز کتیں　　سوجھی یہ بات اس کے تئیں وہیں
جوں لگی ہونے قطرہ افشانی　　لا رکھی اس کے آگے بارانی
پھر لگا کہنے یہ بھی اپنا نصیب　　آئے مدت کے بعد اپنا حبیب
اور مینہ آسمان برسائے　　بھیگتا اپنے گھر کو وہ جائے
یہ تو سادے غریب کیا جانے　　اس مزور کو کیونکہ پہچانے
بولا یہ سادگی سے کیا ہی ضرور　　بھیگتا جاؤں گا میں اتنی دور
رکھے خالق سلامت آپ کی ذات　　نہ کھلے گا تو میں رہوں گا رات
یہ سخن جوں ہیں پہنچا اس کے کان　　لگی اس کی وہیں نکلنے جان
سنتے ہی اس کے وہ ہوا مضطر　　اپنے بھیگانے کی رہی نہ خبر
جس کے منہ کی طرف کرے تھا نگاہ　　یہی کہتا تھا اس سے بھر کر آہ
کیوں میاں ابر اس قدر چھایا　　حرف رہنے کا درمیاں آیا
مضطرب برق سے نہ ہو یوں حال　　بادلوں سے جو اس کا تھا احوال
کبھو کہتا تھا یارو تیل جلاؤ　　کبھی کہتا تھا شیخ ڈھونڈ دلاؤ

جلد۴

گاہ بولے تھا دیکھیو اودھر — آ رہے ہیں آسماں کہیں سے نظر

گاہ بولے تھا مہر ہو جو پدید — کیسی ہو جاوے اپنے گھر میں عید

ناگہاں بولا ایک یوں فی الفور — کچھ نظر آئے ہے جو کیجے غور

کہا اس نے یہ سچ ہے میری جان — لے میں تیری زبان کے قرباں

لیک پرنالے جب لگے بہنے — تب تو جھنجلا کے یوں لگا کہنے

کیا برستا ہے یوں برس کم بخت — کوہ سے ڈوب جائیں لک کر درخت

نہ رہی غرب سے رہی اب شرق — چاہیئے ہو تمام عالم غرق

لے کے ماہی سے ورتا مہتاب — کاش ہو جائے ایک قطرۂ آب

غرض اپنی سعی وہ تو کر گزرا — ہو گئی رات اور مینھ نہ کھلا

آخر الامر کر کے دل کو کرخت — لگا کہنے کہ سنگ آمد و سخت

کر چکا اپنے جب اصول و فروع — کیا وہاں سے اختلاط شروع

پر نہ تھا یہ کچھ او ذکر سخن — واں بغیر از حدیث زر غبّا

وقت آیا جب اس کے کھانے کا — مرتکب ہو کے اس بہانے کا

لگا کہنے کہ کوئی ہے حاضر — بولا اس وقت ڈیوڑھی کا ناظر

کہا اس سے کہ بھر کے آفتابہ — محل کے جا ضرور میں رکھوا

غرض اُٹھ کے چلا یہ جب واں سے — کہ گیا کان میں یہ مہماں سے

جلد۱۲ چاہو جو کچھ کہ اب تناول کو — کہہ دو بلوا کے تم بکاول کو

انھوں نے اس کے موجب ارشاد — کی بکاول کے تئیں وہیں فریاد

آیا بعد از ساعتِ بسیار — اُنھوں نے پوچھا کچھ ہے اب تیار

بولا تیار تو نہیں ہے کچھ — جاؤں ڈھونڈھوں اگر کہیں ہے کچھ

تو تو لاؤں ہوں آپ کی خاطر — ورنہ کھاؤ مجھے میں ہوں حاضر

بولے یہ کچھ اگر نہیں تیار — دیکھو ہووے گا مودی سرکار

اُس سے تم جا کے جنس منگواؤ — واسطے میرے کچھ تو پکواؤ

لگا کہنے وہ کوئی مانے ہے — آپ ہی بھڑوا خاک چھانے ہے

جب کہ اس کا حساب ہوتا ہے — جان کو وہ بروں کی روتا ہے

اور قصّاب بھی جو آوے ہے — چھری بغدا مجھے بتاوے ہے

کیا کہوں تجھ سے میں غرض ای یار — دی کی خدمت کیا ہے مجھ کو خوار

بس کہ مطبخ میں سردی رہتی ہے — ناک باورچیوں کی بہتی ہے

اُن کے مطبخ سے دود اٹھے اگر — سقّے لے دوڑتے ہیں مشکیں بھر

الغرض مطبخ اس گھرانے کا — اشک ہے آب دار خانے کا

جس سے طوفان نے کیا تھا ظہور
ان کی نانی کے گھر کا تھا وہ تنور

جلد۱

سودا

۱۰۱ — کنجوس منحوس

ایک فرزند یہ رکھے تھا اولاغ — سارے گھر کا تھا اس کی چشم چراغ
اس نے اک روز یہ حماقت کی — آشنا اپنے کی ضیافت کی
نہ ضیافت کہ جس میں ہونگ رس — اک رکابی طعام و دیگر بس
تس پہ یوں پیش آیا یہ مردود — یاد آیا اسے چھٹی کا دود
چاہتا تھا کرے یہ اس کو عاق — اور ماں کو بھی اس کی دیوے طلاق
بارے لوگوں نے آ کے سمجھایا — تب یہ جورو کے حق میں فرمایا
پھر اس کے عوض یہ کیوں نہ جنی — کاش پھنس مرتا واں یہ ناشدنی
یارو مجھ سے تو لاولد بہتر — میرا بیٹا اور اس قدر ابتر
اس کا دادا بھی گرچہ تھا عیاش — اس سلیقہ سے پر کرے تھا معاش
جو کوئی اس کے گھر میں نوکر تھا — رات کو اس پہ یہ مقرر تھا

جلد۴

پھرتا دو ٹکڑے مانگتا گھر گھر | لاتا آقا کے آگے جھولی بھر
اچھے چن چن کے آپ کھاتے تھے | بُرے تنخواہ میں لگاتے تھے
پیدا جو کر گئے تھے یوں اجداد | سو یہ بدبخت دے ہی یوں برباد
جانتا تھا میں آپ ہی کو فضول | پر یہ مجھسے بھی نکلا نامعقول
گڑے پیسے یہ سب اڑا دے گا | اینٹیں تک بیچ بیچ کھاوے گا
اس کی دادی کے باپ کا اک روز | آشنا تھا سو وہ نپٹ دل سوز
لایا کھچڑی پکا شراکت سے | دونوں کھانے لگے رفاقت سے
اس نے اک دو لئے نوالے بڑے | جدِّ مرحوم وہیں ہو کے کھڑے
لگے کہنے نہیں شراکت نیک | میرے سو لقمے اور تیرا ایک

تھی بزرگوں کی اپنے تو یہ چال
کرتی ہیں یاں ضیافتیں پامال

سودا

۱۰۲ ۔ جھوٹا امیر

آہ کیا ہو گئے وہ لیل و نہار | کہ کہو دمہ کو جھوٹ سے تھا عار
یا اب اک وقت یہ انوکھا ہے | جو ہے اس وقت میں سو جھوٹا ہے

جلدؔ

سیتا اس گروہ کا سردار — جن کی ما نحن فیہ ہے تکرار
جھوٹ سے بس کہ ہے مزا پاتا — جھوٹے باسن نہیں یہ دھلواتا
ہے یہ وہ جھوٹ بولنے والا — جھوٹوں کا سب جہاں کے ہے سالا
اک مصاحب ہے اس کے دوشینہ — پوچھا میں کا سے محبّ دیرینہ
کچھ نہیں سمجھا نہ اس سخن کو ہنوز — جھوٹ کیوں بولتا ہے یہ شب و روز
مجھ سے ان نے کہی ہیں جو اقرار — سینکڑوں ہی ہیں کیجئے جو شمار
لیک ہے یہ زبان کا کچّا — ایک دیکھا نہ اس سے میں سچّا
بولا کہتا ہے بات تو کس کی — بولنا جھوٹ ارث ہے اس کی
باپ اس کا جو تھا بڑا نواب — تھا وہ نسلِ مسیلمِ کذّاب
کل ہی زیور جو اس کا ٹوٹا تھا — خوب دیکھا تو سب وہ جھوٹا تھا
روپے کے جو عصا رکھے ہیں غلام — خول کا ان پہ سب ہے جھوٹا کام
کفش زردوزی پھرے ہے یہ اگر — ہے وہ جھوٹا کلابتوں یکسر

ایسے جھوٹے کی باتوں پر تو نہ جا
ہو جو رخصت ہی یہاں سے تو ہے بجا

قائمؔ

۱۰۳۔ کوتوال بدخصال

جلد ۲

شہر میں کیا رہے تھا امن و امان — کیسی کرتی تھی خلق خوش گزران
تھا نہ رشوت سے کوتوال کو کام — شہر میں تھا نہ چوٹٹے کا نام
اب جہاں دیکھو واں جھمکا ہے — چور ہے ٹھگ ہے اور اچکا ہے
دمڑی کے سودے کو جو واں جاوے — پگڑی کو سر کو پیٹتا آوے
کس طرح شہر کا نہ ہو یہ حال — شیدی فولاد اب جو ہے کوتوال
ان سے رشوت لیے یہ بیٹھا ہے — اس کے دل میں یہ چور بیٹھا ہے
کتنے نوکر ہیں اس کے خدمت گار — فن دزدی میں سب ہیں بانی کار
شہر کے بیچ کیا کہوں میں اب — روز محشر کی دھوم ہے ہر شب
بزم میں شب ہر ایک پیر و جواں — بیٹھے ہیں کر کے رزم کا ساماں
شام سے صبح تک یہی ہے شور — دوڑیو گٹھری لے چلا ہے چور
رات جو اپنے گھر میں کھٹکا رہے — چور دروازہ پہ بہ بنکا رہے
ہوگی کب تک بچا خبرداری — چور جاتے رہے کہ اندھیاری
خلق جب دیکھ کر کے یہ بیداد — کرتی ہے کوتوال سے فریاد

بولے ہی وہ کہ میں بھی ہوں ناچار　　گرم ہے چوٹوں کا اب بازار

جلد۲　کرتے ہیں مجھ سے اب بجا کر ڈھول

مناظر قدرت　میری پگڑی کا میرے سر پہ مول

سودا

۱۰۴۔ چورگردی

شہر کے بیچ کیا کہوں میں اب　　روز محشر کی دھوم ہی ہر شب

آنکھ تو کس بشر کی لاگے ہی　　چوروں کے ڈر سے فتنہ جاگے ہی

کتّے آہٹ سے ان کی بھونکتے ہیں　　مُردے خواب عدم سے چونکتے ہیں

آسماں پر بھی منعدم ہی خواب　　کھلا رہتا ہی دیدۂ مہتاب

بزم میں شب ہر ایک پیر و جواں　　بیٹھے ہیں کر کے رزم کا ساماں

شام سے صبح تک یہی ہے شور

دوڑیو گھٹری لیے جاتا ہے چور

سودا

جلد۵

۱۰۵۔ حجامِ نافرجام

اب جو حجام اپنے ساتھ ہی یہاں ۔ سو یہ بھڑوا طپنٹ گندہ دہاں
سرتراشی کو جس کسی کی یہ آئے ۔ استرا سر پہ اس طرح سے چلائے
درد کے مارے ہوشے یہ احوال ۔ کٹکٹا پھوٹے سے جیسے نوچئے بال
غرض اک دن تھی میری کمبختی ۔ جائے کیدھر نصیب کی سختی
ساتھیوں سے کہا میں اپنے تمام ۔ لائیں اصلاح کو مرے حجام
جو ہیں کوئی اسے بلا لایا ۔ لوگ بولے کہ ہاے وہ آیا
جب گلو بند ان نے باندھ دیا ۔ پھر تو گویا گلے میں پھاند دیا
رو کے دم بولتا تھا بچہ ہوں ۔ جیسے دمڑی کے لڑکی چوں چوں
اک گلے پر تھا ایک سر پہ ہاتھ ۔ ہو کے مضطر کہے تھا اس کے میں ساتھ
ہوئی استاد شرط ہم تم میں ۔ بس کر اس بار اے گلا اب جمیں
گو مرے یا جئے کوئی کچھ ہو ۔ کام سے اپنے کام تھا اس کو
آڑے ہاتھوں جوان نے سر کو لیا ۔ سرنوشتِ ازل کو میٹ دیا
زخموں کی زیادتی جو تن پہ ہوئی ۔ ہر جگہ پر جھکی ان نے روئی

بس کہ تن پر ہوا رضائی کا وفور ہو لی کا تھا یہ روسیہ لنگور

قصد جانے کا جب لگا کرنے حقِ خدمت طلب لگا کرنے جلد۱۲

میں نفر سے کہا جو ہے معتاد دے وہی چار پیسے کم نہ زیاد

بولا بس یہ بھی مسخری ہی سوجھی اس سے دونے کی تو لگی ہے روئی

خوب ایک شخص سے لیا نہ لیا مفت ہی ایک سر میں مونڈ دیا

میں جو دیکھا بگاڑ کا اسلوب جی میں سوچا کہ ہے مصالحہ خوب

جو توں راضی کیا میں اس کو تئیں

کہ ٹلے سر سے یہ بلا تو کہیں

قائم

۱۰۶۔ بنگ نوش

تھے اک بنگی لیکن نو آموز تھے کچھ افراط انھوں نے کی ہر روز سے

کہیں جس جگہ یہ بیٹھے تھے وہاں تحائف کا ہر صنف کے تھا بیاں

جو کھجلوں کا آیا بنارس کے ذکر لگے کہنے یہ کر کے دل بیچ فکر

کہ کھجلے یہ کس شکل سے کھائیے مگر کوّے بنیئے اور اڑ جائیے

چلے یاں سے اڑتے یہ اس لہر میں
گئے بارے کوّے ہو آس شہر میں

جِلا اُتر کر انھوں نے زرو کے ہوا
لیا واں جو ہیں منہ میں کھجلا اٹھا

کی حلوائی نے ان پہ جیسے کہ چوٹ
یہ قیں دینے کر ہو گئے لوٹ پوٹ

زبس زار و مجروح پایا انہیں
احبّا نے مل کر اٹھایا انہیں

یہ گودی میں تھے دوستوں کی نڈھال
کرے تھا ہر اک ان سے تفتیش حال

یہ ثابت ہوا بعد چندیں درنگ
کہ آج آپ نے پی تھی تھوڑی سی بھنگ

جو رکھتا ہے کچھ بھی تو عقل و حواس
تو مت ہو گدھا کھا کے ہر ایک گھاس

قائم

۱۰۷۔ افیونیوں کا رجز

ہم لوگ ہیں افیونی جب رنگ جما دینگے
جرمن ترے نشّے کو مٹی میں ملا دینگے

برلن ہی میں دم لینگے اللہ جو چڑھ دوڑے
افیون کے مشکی کی جب باگ اٹھا دینگے

تو ہم سے بہادر یا ہم تجھ سے بہادر ہیں؟
پینک سے ذرا چونکیں پھر تجھکو بتا دینگے

مکسیم اسے سمجھے گا لشکر ترا اے جرمن
ہم ڈیڑھ خم حقّے کی گڑگڑ جو سنا دینگے

بچھوے کو بھرا ہم نے جس وقت مدرسے میں — تو کھانستا بھاگے گا وہ گیس اڑا دینگے
ہے گولیاں کھانے کی دن رات ہمیں عادت — افیوں کی تو ڈبیا دیکھے تو دکھا دینگے جلد
سرکار کے دشمن کو ہم کوس کی کھا لینگے — اور اپنے تصوّر سے نام اس کا مٹا دینگے
رستم سے سوا طاقت ہو جائیگی ہم سب میں — جب چائے میں بالائی تھوڑی سی ملا دینگے
لے لے کے پھری گدکا جب پیتری بدلینگے — برلن کے اکھاڑے میں اک دھوم مچا دینگے
ہم لے کے بنوٹی کو بن جائینگے گھن چکر — بھنّاٹا وہ باندھینگے سر تیرا اڑا دینگے
لٹھ لے کے جہاں پہونچے سر توڑ دیا فوراً — جرمن تری توپوں میں ہم بانس چلا دینگے
زپلن جو اڑاتا ہی جرمن ہمیں کیا پروا — کنکوے میں چمٹا کر میدان میں گرا دینگے
اتنے تجھے ہم ڈھیلے مارینگے اے جرمن — خاکی تری وردی کو مٹی میں ملا دینگے
لیسنس سے مستثنیٰ چاقو تو ہے قبضہ میں — او چھے ہی سہی لیکن دو ہاتھ جما دینگے
رائفل کی تو صورت بھی ہم نے نہیں دیکھی ہے — گاجر کے پڑاقوں سے ہم تجھ کو بٹھا دینگے
تو مار بھی ڈالے گا تو یاد رکھ اے جرمن — بھتنا تجھے بن بن کے راتوں کو ڈرا دینگے
لا اپنے کروزر کو دیکھیں تو وہ کیسا ہے — ہم گومتی میں ڈونگیا پر چڑھ کے بھگا دینگے
جرمن تجھے دعوی ہے تو چوک میں تو آجا — گت تیری بنا دینگے پھر تجھ کو نچا دینگے
بلجیم سے کہو تیرا جب ملک ملے تجھ کو — ہم ازرہ ہمدردی کچھ اور بڑھا دینگے

وعدوں کو ہمارے تو سچ جان کے چپکا رہ — لے تو سہی برلن بھی ہم تجھ کو دلا دینگے
جلد ہم روس سے ناخوش تھے اب اس سے بھی خفا ہیں — ٹھیکے پہ جو آئے گا افیون پلا دینگے
شاباش ہو اے اٹلی لینا تو مرے شیر آ — جرمن سے لڑے جانا ہم لوگ دعا دینگے
ترکوں سے کوئی کہہ دے کیوں لڑتی ہو آغا — تم جان اگر دو گے جرمن تمہیں کیا دینگے
جن لوگوں کے کہنے سے تم جان گنواتے ہو — بھیا یہی سب مل کے اک روز دغا دینگے

واللہ ظریف ایسا لکھا یہ رجز تم نے
ہم سب کا ارادہ ہے چندہ سے صلہ دینگے

ظریف

۱۰۸۔ قدیم طرزِ جنگ

خوف غالب تھا مگر شرم سے خونخوار بڑھا — ڈھال روکے ہوئے تولے ہوئے تلوار بڑھا
فن پھکیتی کا دکھاتا ہوا مکار بڑھا — ہٹ گیا موڑ گیا دو بار تو اک بار بڑھا

ڈر کبھی تھا کبھی جرأت تھی دل بد خو میں
سامنے تھا کبھی نامرد کبھی پہلو میں

تن کے بڑھتا تھا کبھی جھک کے دبکتا تھا کبھی — ہٹ کے پیچھے بغضب شیر کو تکتا تھا کبھی

نیچے دیکھ کے بڑھنے میں جھجکتا تھا کبھی   سر کو شعلے کی طرح دھن کے لپکتا تھا کبھی

جلد۱۱

یہاں سے نعرہ تھا کہ افسوس یہ بیکار رکھا
پھرتیاں دیکھ چکے وار بھی دو چار رکھا

وحید

۱۰۹۔ ازرق پہلوان اور حضرت قاسم کا مقابلہ

صدا یہ دلبرِ شبّر نے دی کہ او بے دیں   زمیں سے چاروں کے مُردے اٹھائیگا کہ نہیں
اب آ دلیر سے لڑنے کو او شقی و لعیں   جہاں پسر ہیں ترے بھیجدیں تجھے بھی وہیں

یہ دیر تشنہ دہانوں پہ شاق ہے اب تو
دغا کا تجھ سے ہمیں اشتیاق ہے اب تو

چلے حسام زباں کے جو وار پھر دو چار   خفیف اور ہوا دل میں ازرقِ غدّار
چڑھا فرس پہ جفا جو سجے ہوئے ہتھیار   چلا وہیں سے وہ سرکش علم کئے تلوار

مثال گرگِ یمین و یسار تکتا تھا
نظر سے قہر تو آنکھوں سے خوں ٹپکتا تھا

سیاہ قلب فساد و عناد پر سرگرم   حیا نہ آنکھ میں ذرہ نہ مطلقاً آزرم

شقی شریر جفا کیش سنگدل بے شرم — وہ استخواں کہ ہو فولاد جس کے سامنے نرم
جلاد
کسی کو روم میں اور شام میں نہ مانتا تھا
وہ اپنے زعم میں رستم کو زال جانتا تھا

وہ نحس و بد کہ ڈرے جس کا سایہ دیکھ کے بوم — وہ تیرہ رنگ کہ جس سے سوادِ شام ہو موم
گریز دیو بھی جس سے کرے وہ جثۂ شوم — سیہ کلائی تھی یا پیل مست کی خرطوم
گڑھے زمین پہ ہوں جس جا یہ پا دبا جائے
وہ قد کا بار کہ جس سے پہاڑ دب جائے

وہ عضو عضو کی سختی وہ فربہی تن کی — نہ جس کے سامنے کچھ اصل تھی تہمتن کی
وہ چار آئینہ کڑیاں کڑی وہ جوشن کی — وہ دوش نحس و نجس پر سپر کئی من کی
وہ تیغ جس کا نہ لنگر ہزار سے اٹھے
وہ نیزہ جو کہ نہ اسفندیار سے اٹھے

تنی ہوئی تھیں رگیں اس طرح سے گردن کی — عیاں تھا یہ کہ سلاخیں کھڑی ہیں آہن کی
درہ تھا کوہ کا چوڑان صدرِ دشمن کی — فرس سے جست جو کی ہل گئی زمیں رن کی
عقب میں اُس کے جو یل جمع تھے گرجنے لگے
اُدھر سپاہ میں طنبور و طبل بجنے لگے

مقابلہ کو بڑے طنطنے سے آپہونچا — اکڑ کے سامنے غازی کے بے حیا پہونچا

حملہ

اٹھائی تیغِ دودم دشمنِ خدا پہونچا — ملا کے آنکھ قریں یہ اسد کبھی جا پہونچا

فلک پہ اُٹھ کے سُمِ اسپ سے غبار چلا

جدل سے پہلے حُسامِ نظر کا وار چلا

رجز کے بعد شقی مثلِ فیل چنگھاڑا — اٹھا کے سر کبھی ترچھا ہوا کبھی آڑا

زمیں سے نیزہ اکھاڑا کبھی کبھی گاڑا — غبارِ راہ کو پونچھا کبھی کبھی جھاڑا

کبھی بڑھا تو کبھی پاؤں تھرتھرانے لگا

فرس پہ جھوم کے نوشاہ مسکرانے لگا

ڈریں یہ جس میں تو بادل کی طرح پھر گرجا — کہا کہ زور کا میرے ہے غلغلہ ہر جا

پہاڑ کو جو ہٹاؤں رہے نہ وہ بر جا — مرا ہے ناموروں میں بڑھا ہوا درجا

مقابلہ مرا جس نے کیا وہ ہارا ہے

اسد کی اصل ہے کیا اژدروں کو مارا ہے

پکارا دلبرِ شبّر کو تو عبث گرجا — ہماری تیغ کی بجلی کا شور ہے ہر جا

رہیں گے ہوش نہ ڈر سے مرے ترے جا بجا — یہ تیغ تیز کرے گی ترا بُرا درجا

کھلے ہوئے تری خاطر عدم کے رستے ہیں

جلد ۲

زیادہ جو ہیں گرجتے وہ کم برستے ہیں

کہا شقی نے ڈریں جن جو میری تیغ چلے — پکڑ لوں شیر کی گردن اگر تو سانس نہ لے

جسے میں غیظ سے دیکھوں نہ موت سر سے ٹلے — جری وہ میں ہوں کہ کاٹے ہیں سیکڑوں کے گلے

وغا میں مجھ سے کوئی پیل زور ٹل نہ سکا

کسی سے اک مرے نیزے کا بند کھل نہ سکا

پکارا بڑھ کے جگر بند سید والا — زباں کو بند کر اب ہاتھ میں اٹھا بھالا

وہ میں ہوں ضیغم نر سب سے زور میں بالا — علیؓ کے شیروں نے آغوش میں جسے پالا

لہو بہا کے تجھے اب جہاں سے کھوتا ہوں

حسینؑ کا ہوں بھتیجا علیؓ کا پوتا ہوں

کسی سے شیر خدا کے پسر نہیں ڈرتے — شریر لاکھ کریں شور و شر نہیں ڈرتے

تعلّیوں سے تری پر جگر نہیں ڈرتے — سگوں کے بھونکنے سے شیر نر نہیں ڈرتے

ہماری ضرب سے حیران فوج والے ہوئے

سگے یہ کس کے پٹے ہیں زباں نکالے ہوئے

بتا کہ زیر کیا ہم نے فوج کو کیسا — نہ دیکھا ایک کو مضبوط تھا سنا جیسا

وہ چاروں جیسے تھے نامرد تو بھی ہو ویسا　　رہیگا شور ہم اس پیاس میں لڑے ایسا

جلد ۲

اسد کو زور ہیں کم وقت جنگ جانتے ہیں
ہم ایسے بودوں سے لڑنے کو ننگ جانتے ہیں

دغا کے جوش میں لو دو طرف کھنچی تلوار　　سنبھل کے لیں سپریں ہاتھ اُٹھے بڑھے رہوار
اُدھر سے سب سمٹ آئے پیادہ و اسوار　　چہار سمت ہوا اک غلغلِ بگیر و بدار
مگر ہے ڈر یہی کہ ایسا نہ ہو کہ پسپا ہو
لڑی ہوئی ہیں نگاہیں کہ دیکھیے کیا ہو

کبھی ہے خود پہ یہ تیغ اور سپر پہ کبھی　　ملی ہوئی ہے گلے سے کبھی کمر پہ کبھی
کبھی کلائی پہ ہے دوش فتنہ گر پہ کبھی　　کبھی بغل کی طرف صدر اہل شر پہ کبھی
مجال و تاب نہیں آنکھ چار کرنے کی
شقی کو بار نہیں ملتی وار کرنے کی

چمک سے تیغ دو دم کے کبھی جھجکتا ہے　　کبھی زباں کبھی دستِ قوی ہکتا ہے
کبھی ادھر تو کبھی اس طرف بھٹکتا ہے　　جھکا کے سر کبھی پچھلے قدم سرکتا ہے
امید فتح نہیں زندگی کی آس نہیں
ٹھکانے ہوش نہیں ہیں بجا حواس نہیں

بڑھا سنبھل کے ادھر پھر شقی و ظلم پسند — قریب آگیا شبدیز تیز بہرِ زغند
وہ آیا بائیں طرف دستِ ظلم کر کے بلند — یہ آ ہٹے دہنی طرف شیر سے اڑا کے سمند
انھیں جو دھیان تھا اس حد پہ آگیا ظالم
قدم فرس کے رُکے زد پہ آگیا ظالم

لگائی تیغ دو دم کہہ کے یا علیِ ولی — اُڑا لعین کا سر نحس پھر نہ موت ٹلی
گلے سے کھینچ کے دوبارہ جو پھر کمر پہ چلی — دو پارہ ہو کے گرا دشمنِ خدا و علی
غرور شیر نے بدمست کا نکال دیا
زمیں پہ فیل کو چورنگ کر کے ڈال دیا

نفیس

۱۱۰ — میدان جنگ

مہاراجہ پرتھی راج اور سلطان شہاب الدین غوری کی پہلی معرکہ آرائی

نہر سرستی پر

لگی چلنے باہم چھری اور کٹار — ہوئے سر تنوں پر ہزاروں نثار
پڑا زن سے خنجر، ٹھپری سن سے تیغ — ہزاروں ہی کشتہ ہوئے بیدریغ

جلد ۴

جواں زخم پر زخم کھانے لگے ‏ شجاعت کے جوہر دکھانے لگے
کسی نے رنگے خون میں اپنے ہاتھ ‏ عدم کو گیا کوئی آقا کے ساتھ
زمیں پر تھا کشتوں کا پشتہ بندھا ‏ ہر اک سمت تھا خوں کا دریا بہا
بدلنے لگا جب لڑائی کا طور ‏ کیا اپنے لشکر پہ راجہ نے غور
یکایک بڑھی ہاتھیوں کی وہ صف ‏ جواں نکلے پیچھے سے نیزہ بکف
وہ تھے قوم کے سب کے سب راجپوت ‏ وہ بانکے دلاور بہادر سپوت
گرے فوجِ شہ پر وہ سب ایک بار ‏ ہوئے قلب تیروں سے اُن کے فگار
کمانوں نے گوشے لیے اپنے موڑ ‏ دیا تیروں نے اپنے ترکش کو چھوڑ
جو افغاں تھے فوراً وہ پیچھے ہٹے ‏ اُدھر خلجیوں نے بھی گھونگٹ لئے
لڑائی کا جب یہ ہوا بندوبست ‏ ہوئی فتح سے شاہ کی پھر شکست
شکستہ ہوا میمنہ میسرہ ‏ ہوا قلب کی فوج کا فیصلہ
لڑائی سے تیروں کی عاری ہوئے ‏ نمکخوار سارے فراری ہوئے
نہ مطلق ہوا شاہِ غازی ملول ‏ گھرا ایسا تھا جیسے کانٹوں میں پھول
نظر کھانڈے راؤ کی اس پر پڑی ‏ سپہدار کی آنکھ اس سے لڑی
سپہدار نے بھی بجرأت تمام ‏ کیا رستمی کا وہاں پر یہ کام

دیا ہاتھی کے منہ میں نیزہ لگا حریفوں کو دی اپنی جرأت دکھا
کیا کھانڈے راؤ نے پھر اس پہ وار تو شانہ نشانہ بنا ایک بار جلد۴
نہایت ہی سخت اس کو پہونچا گزند جھکا اپنے گھوڑے پہ وہ ارجمند
مدد غیب سے اس کی فوراً ہوئی یکایک غلام آن پہونچا کوئی
لیا اپنے مالک کو فوراً سنبھال کسی پر نہ ہرگز کھلا اس کا حال

سپہدار کا پھر نہ پایا نشاں
نہ آیا نظر کوئی غزنیں جواں

راحت

۱۱۱۔ معرکۂ جنگ

(شجاع الدّولہ اور رحمت خاں کی لڑائی)

لیکن جو کچھ کہ واقعی دیکھا سو ہم کہیں آوے تجھے سخن کا ہمارے گر اعتبار
تھی سامنے ہمارے جو فوجِ ہراولی ہوں گے وہ دس ہزار تلک پیادہ و سوار
سنتے ہیں اب ہر ایک سے اس فوج کے یہی سرکردہ تھے سمیت فرنگی کے پانچ ہزار
محبوب اور بسنت و لطافت تھے ایک طرف یکسو تھا میر سید علی مستعد کار

لیکن انھوں کو آدمی کہیئے کہ دیو دو — ان کا قدم دغا میں یہ پایا ہم اُستوار
ایدھر سے بان در ہکلہ و توپ متصل — پڑتی تھی پر وہ پڑھتے ہی آتے تھے سرگزار جلد١
بڑھ بڑھ کے آخرش وہ گئے توپ داغنے — اس پل پر جہاں سے جزائر کی ہوئے مار
لیکن میں تجھ سے کیا کہوں اے یار اس گھڑی — دکھلاتی تھی اجل نے عجب طرح کی بہار
تھیں کرتیاں تلنگوں کی مانند لالہ زار — تھا دودِ توپ ابرِ سیاہ و تگرگ بار
توپیں جو داغتے تھے فتیلوں سے آن آن — رنجک مثال برق چمکتی تھی بار بار
گجنال مثل رعد کے کڑکے تھی دمبدم — آواز شترنال تھی طاؤس کی جھنکار
فرصت کسو نے اتنی نہ پائی کہ وہ کرے — بندوق و تبر و تیغ سے جا ان میں کارزار
ہر ایک جا یہی نظر آیا ہر ایک کو — گھوڑا ادھر جو تڑپے ہے اودھر پڑا سوار
نے لڑنے کے حواس تھے نے بھاگنے کا ہوش — نے سوچ مرنے کا تھا نہ جینے کا کچھ بچار
باور ہی کیجو اس کو تو لے یار اس گھڑی — آیا جو کچھ عمل میں نہ تھا اس میں اقتدار

جیدھر کو جس کا منہ اٹھا اودھر کو وہ چلا
سوچے بغیر یہ کہ فلاں جا کروں قرار

سودا

ب

مناظرِ قدرت

جلد چہارم

ضمیمہ

شعرا اور ان کا کلام

استدعا: ذیل میں شعرا کے متعلق جو جو حالات دریافت طلب ہیں اگر کوئی صاحب ان سے مطلع فرمائینگے تو باعثِ شکر گزاری ہوگا۔

(۱) اسمٰعیل: مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم
ولادت ۱۸۴۲ء وفات ۱۹۱۷ء وطن مدفن میرٹھ

ضمیمہ جلد ۴

(۶) بے نظیر : سید محمد بے نظیر شاہ صاحب وارثی

ولادت ۱۸۶۳ء وطن کڑا مانک پور ضلع الہ آباد

(۷) حالی : خواجہ الطاف حسین صاحب مرحوم

ولادت ۱۸۳۷ء وفات ۱۹۱۴ء وطن مدفن پانی پت

(۸) ذوق : شیخ محمد ابراہیم صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۰۴ھ وفات ۱۲۷۱ھ وطن مدفن دلی

(۹) راحت :

ضمیمہ جلد ۴

(۱۰) سرور جہان آبادی :- منشی درگا سہائے صاحب آنجہانی

ولادت ۱۸۷۳ء وفات ۱۹۱۰ء وطن ضلع پیلی بھیت

صفحہ

(۱۱) سودا : مرزا محمد رفیع صاحب مرحوم

ولادت ۱۱۲۵ھ وفات ۱۱۹۵ھ وطن دلی مدفن لکھنؤ

صفحہ ضمیمہ جلد۴

ضمیمہ جلد ۴

صفحہ

(۲۵) میر حسن : میر غلام حسین صاحب مرحوم
وطن فیض آباد وفات ۱۷۸۶ء مدفن لکھنو

ضمیمہ جلد	صفحہ	
		(۲۶) نجم گیلانی : سید نجم الہدیٰ صاحب
		وطن گیلان (بہار)

(۲۷) نظیر: شیخ ولی محمد صاحب مرحوم
وطن دلّی مدفن اکبر آباد وفات ۱۸۳۰ء

ضمیمہ جلد۴

صفحہ

سلسلۂ دعوتِ صدق

اسرارِ حق

مؤلفہ

محمد الیاس برنی ایم اے ایل ایل بی (علیگ) حیدرآباد دکن

آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ، ارشاداتِ صدیقین و اکابرِ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان سب کا نہایت جامع اور مربوط انتخاب اور اُن کے مقابل یورپ کے جدید سائنس و فلسفہ کی انتہائی تحقیقات کا لُبِّ لباب۔ خود بخود اسلام کی صداقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

جدید سائنس و فلسفہ کا اقرارِ نارسائی اور احساسِ ایمان بالغیب۔ اسلام میں علمِ باطن، توحید اور اس کے مقامات، احدیت کی رفعت اور عبدیت کی نزاکت، نبوت اور ولایت کے مراتب، کشف و کرامات کی ماہیت اور دیگر معارف متعلقہ ایک ہی نظر میں اسلام کی روحانی تعلیم کا عجب نظام دل نشین ہوتا ہے اور کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ۝

جن علوم کو اللہ جل شانہٗ صدق اور جن کے عالموں کو صادقین و صدیقین سے تعبیر فرماتا ہے اور جو اسلامی ادب میں بالعموم تصوف اور صوفی کہلاتے ہیں ان کی تحقیق اور تصدیق میں بعض لحاظ سے یہ اپنے طرز کی پہلی کتاب ہے قابلِ دید حجم تقریباً ۴۰۰ صفحہ جلد پاکیزہ قیمت صرف تین روپیہ (سےر) علاوہ محصول۔

معاشیات

(۱) **علم المعیشت**۔ اکنامکس (Economics) پر اُردو میں یہ سب سے پہلی نہایت مستند اور جامع کتاب ہے۔ مشکل سے مشکل معاشی اُصول و مسائل کو ایسے سلیس اور دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ کتاب کے مطالعہ سے نہ صرف مضامین بخوبی ذہن نشین ہو جاتے ہیں بلکہ خاصی تفریح حاصل ہوتی ہے۔ خوبی مضامین کی بدولت ہندوستان کے ہر حصّہ میں یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے لطف یہ کہ یونیورسٹیوں میں اکنامکس کے متعلّم بیسیوں ضخیم انگریزی کتابوں کو چھوڑ کر اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال (جو خود بھی معاشیات کے بڑے عالم ہیں) تحریر فرماتے ہیں کہ "آپ کی کتاب علم المعیشت اُردو زبان پر ایک احسان عظیم ہے۔ اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامّل نہیں ہے کہ اکنامکس پر اُردو میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے اور ہر لحاظ سے مکمل" ضخامت تقریباً ۹۰۰ صفحہ خوشنما جلد بسلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اُردو دوسرا ایڈیشن بنظر ثانی شائع ہوا ہے قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صہ

(۲) **معیشت الہند**۔ ہندوستان کے گوناگوں معاشی حالات جن کا جاننا ملک کی

اصلاح و ترقی کے واسطے از حد ضروری ہی کافی تحقیق اور تنقید کے بعد بہت سلیس
اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں بیان کیئے گئے ہیں یہ بھی اردو زبان میں اپنی قسم کی
پہلی کتاب ہی علم المعیشت میں معاشیات کے جو اصول و مسائل بیان ہوئے ہیں
اس کتاب کے ذریعہ سے ان کا ہندوستان میں عمل درآمد دکھایا گیا ہی یہ دونوں
کتابیں جامعہ عثمانیہ کی بی اے کلاس کے نصاب میں داخل ہیں ضخامت تخمیناً
۰۰ ۹ صفحہ خوشنما جلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہو رہی ہی۔

(۳) **مالیات** ۔ پبلک فنانس (*Publice finance*) پر اردو
زبان میں سب سے پہلی مستند اور جامع کتاب ہی مہذب اور ترقی یافتہ سلطنتوں کے ہاں
آمدنی کے کیا کیا ذرائع اور خرچ کی کیا کیا مدیں ہیں اور محاصل و مصارف کا انتظام
کس نہج پر قایم ہی سلطنتوں کی مالی ترقی اور مرفہ الحالی کے کیا اسباب ہیں اور ان کا
کیوں کر عمل درآمد ہوتا ہی یہ تمام دقیق اور اہم مباحث نہایت سلیس اور دلچسپ طرز پر
علمی پیرایہ میں پیش کئے ہیں ہندوستان کے قومی رہبروں اور رئیسوں کو اس کتاب کا
مطالعہ بہت مفید بلکہ از حد ضروری ہی ضخامت تخمیناً ۰۰ ۸ صفحہ خوشنما جلد (زیر تالیف)

(۴) **مقدمات المعاشیات** ۔ مور لینڈ صاحب کی انگریزی کتاب
انٹروڈکشن ٹو اکنامکس (*Introduction to Economics*) کا سلیس

اور بامحاورہ اُردو ترجمہ جس میں معاشیات کے ابتدائی اُصول و مسائل بیان کیے گئے ہیں یہ کتاب جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے۔ ضخامت تقریباً ۵۴۰ صفحہ۔ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

(۵) **معاشیات ہند**۔ مسٹر پرمتھ ناتھ بنرجی کی انگریزی کتاب انڈین اکنامکس (Indian Economics) کا سلیس اور بامحاورہ اُردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر ہندوستان کے معاشی حالات بیان کیے گئے ہیں یہ کتاب جامعہ عثمانیہ کی ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے۔ ضخامت تقریباً ۴۰۰ صفحہ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

(۶) **برطانوی حکومت ہند**۔ انڈرسن صاحب کی انگریزی کتاب برٹش اڈمنسٹریشن ان انڈیا (British Administration in India) کا سلیس اور بامحاورہ اُردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر حکومت ہند کا طریق بیان کیا گیا ہے یہ کتاب بھی جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے۔ ضخامت تقریباً ۵۲۰ صفحہ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

ملنے کا پتا: محمد مقتدیٰ خاں شروانی علی گڑھ

Professor Elyas Burny's Other Urdu Works

1. **Ilmul-Maeeshat**—On Principles of Economics—over 800 pp.

2. **Maeeshat-ul-Hind**—On Indian Economics—about 800 pp. (in press)

3. **Malyat**—On Public Finance—about 500 pp. (under preparation)

4. **Mukaddamat-ul-Maashiyat**—Translation Moreland's Introduction to Economics.

5. **Hindustani Maashiyat**—Translation of Banerjee's Indian Economics.

6. **Bartanvi Hukoomat-i-Hind**— Translation of Anderson's British Administration in India.

7. **Asrar-e-Haq**—On Spiritualism in Islam—400 pp.

Volume III ... Collection of poems describing the objects of Nature, such as Fruits and Flowers, Worms and Insects, Bees and Butterflies, favourite Birds and Quadrupeds.

Volume IV ... Collection of poems describing the various important and interesting phases of Indian life, such as popular Customs and Ceremonies, Functions and Festivals, Games and Sports, Fashions and Etiquettes, and various shades of Domestic life. Also the ancient mode of Warfare.

It will be seen that the Series, in its variety and scope, is really a panorama of Indian life and culture, depicting genuine feelings and emotions, discussing communal problems, as well as social and moral notions, describing every day life and its relation to the objects and events of Nature. This will enable the reader to survey the extent and gauge the depth of Urdu Poetry.

MOHAMED ELYAS BURNY,
OSMANIA UNIVERSITY, HYDERABAD (DECCAN).

December, 1924.

Volume II ... Selections from the works of the eminent poet, Mirza Ghalib, his noteworthy contemporaries, Zauq and Zafar and his true follower Hasrat Mauhani.

Volume III... Selections from the works of some thirty old notable poets.

Volume IV... Selections from the works of some sixty modern popular poets.

Set III

MANAZIR-E-QUDRAT (The Scenes and Sights of Nature).

Volume I ... Collection of poems reflecting the various manifestations of Time, such as Dawn, Sunrise, Sunshine, Sunset, Night, Moonlight, Rainy-season, Winter, Summer and Spiring.

Volume II ... Collection of poems reflecting the scenes and sights of Space, Such as Earth and Sky, Plains and Mountains, Rivers and Forests, Fields and Gardens, Cities and famous Buildings.

their final cast in 1924, and it is possible that some additional Volumes may still follow in the future.

The Series is divided into three Sets, and covers twelve volumes as follows :—

Set I.

MAARIF-E-MILLAT (Problems of Community)

Volume I ... Collection of poems in praise of God and the Prophet and others imbued with the spirit of religious devotion : A Prayer Book.

Volume II ... Collection of poems depicting the past, present and future of Islam and the Musalmans. The tragedy of Karbala, as told here, is extremely impressive.

Volume III... Collection of poems dealing with the various phases and prospects of Nationalism in India.

Volume IV... Collection of poems dealing with the various problems of Ethics and Morals.

Set II

JAZBAT-E-FITRAT (Natural Feelings and Emotions).

Volume I ... Selections from the works of the two old and premier poets Mir and Sauda.

SELECTED URDU POEMS. SERIES

This is, perhaps, the first attempt in Urdu alone, to edit a comprehensive anthology on the advanced system of the comparative study of cognate poems. The Collection already includes more than twelve hundred poems selected from the works of nearly two hundred poets—old and new—bearing upon a large variety of important and interesting subjects and arranged according to the affinity of their subject-matter. The Series thus offers, in a convenient form what may be called the cream of Urdu Poetry, while by the special arrangement of the pieces selected it provides ample scope for the growth and development of critical instinct which is the soul of higher literary education. It is hoped that the Series will satisfy not only the long felt want of a popular anthology for the Urdu reading public, but will also meet the demand for systematic Urdu Poetry-Books in Schools and Colleges all over the country.

The Series was started in 1919 when the first three Volumes of the Ma'arif, Manazir, and Jazbat were published, and received such an active support, far and near, that it rapidly extended to no less than twelve Volumes within the next four years. A Revised and Enlarged edition of these Volumes has been pubished in

Manazir-e-Qudrat

VOL IV

Selected Urdu Poems Series

Manazir-e-Qudrat

Edited by

MOHAMED ELYAS BURNY
M. A., LL. B. (ALIG.)
Osmania University
Hyderabad (Deccan)

VOL. IV

3rd Edition Price Re 1